بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترتیب کلیات حضرت امیر

تمہید

"اذا اراداللہ شیئاً ہیاء اسبابہ" - جب کوئي کام ہونے والا ہوتا ہی منشاء الہي کے ماتحت اُس کے اسباب جمع ہوجاتے ہیں - چنانچہ قریب سال کا زمانہ گذرتا ہی کہ ماہ مئي سنہ ۱۹۱۴ ع میں مدرسۃ العلوم علي گڈہ کے متعلق سلسلہ مراسلت میں میرے نہایت مکرم و محترم دوست شمس العلما نواب عمادالملک مولوي سید حسین صاحب بلگرامي سي . ایس . آئي نے حضرت امیر خسرو رح کا کلام جمع کرنے کا پہلي بار خیال ظاہر کرکے مجھہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ نہایت وثوق کے ساتھہ بلا خوف تردید یہہ کہا جاسکتا ہی کہ اسلامي ہندوستان میں کوئي مصنف ایسا نہیں گذرا جس کي تصنیفات اس درجہ لائق حفاظت و اشاعت ہوں ، جیسا کہ امیر خسرو — لہذا اگر آپ کي کوشش سے اس مشہور زمانہ عدیم النظیر مصنف کا پورا کلام نظم و نثر (جو جملہ اصناف سخن میں بزبان فارسي ، ہندي و اُردو موجود ہونا بیان کیا جاتا ہی) جمع ہوکر چھپ گیا ، تو یہہ قوم کي ایک بڑي عظیم الشان خدمت ہوگي جس کا نفع غیر محدود ہوگا اور جو سعي کرنے والوں کے نام کو بھي زندہ جاوید بنا دےگي - اور مجھے یقین ہی کہ یورپ میں خصوصیت کے ساتھہ کلیات خسرو کي بہت مانگ ہوگي اور تمام نسخے ہاتھوں ہاتھہ ٹھکانے لگ جائیں گے *

میں اس مہتم بالشان کام کي اہمیت اور دشواریوں کو خوب پہچانتا تھا — مگر فرمایش کي نتایج خیز اور دور رس نوعیت اور صاحب

فرمایش کي علم‌دوستي اور قابلیت نے خصوصاً اس جلیل القدر مصنف اور شاعر کی عظمت نے (جو کل دنیا کے شعرا میں اس‌وقت بھي اُس کو حاصل ھی) میرے دل پر ایسا اثر کیا کہ میں اُس کي تعمیل کي طرف ھمہ تن راغب ھوگیا اور باوجود اپني عدم اھلیت اور علمي بے بضاعتي کے میں نے خداوند ذو الجلال والاکرام کي مدد پر بھروسا کرکے اس دشوار کام کي ذمہ داري قبول کرلي؛ اور ارادہ کے ساتھہ ھي کام بھي شروع کردیا — چنانچہ نواب عمادالملک بہادر کو میں نے اطلاع دےدي کہ میں تعمیل ارشاد کے لیئے بسر و چشم حاضر ھوں— مجھہ سے جو سعي فراھمي و ترتیب کلیات‌میں ھوسکےگي اُس سے ھرگز کسي صورت میں دریغ نہ ھوگا *

اس مختصر تمہید کے ساتھہ میں اب اُس کارروائي اور اُس کي نوعیت کا ذکر کرنا چاھتا ھوں جو اس وقت تک اس عظیم‌الشان کام کي تکمیل میں ھوئي ھی — حضرت امیر خسرو رحمۃالله علیه کي زندگي کے تفصیلی حالات کافي شرح وبسط کے ساتھہ تو اُس رسالہ میں‌بیان ھوں گے جو اس سلسلہ میں بنام نہاد " تذکرہ حیات خسرو" انشاء الله العزیز عنقریب شائع کیا جائے گا — یہاں صرف یہہ ظاھر کرنا مقصود ھی کہ حضرت امیر خسرو کا زمانہ حیات مورخین نے سنہ ٦٥١ ھجري (مطابق سنہ ١٢٥٣ع) سے سنہ ٧٢٥ ھجري (سنہ ١٣٢٥ ع) تک بتلایا ھی — آپ کي عمر ھنوز سات ھی سال کي تھي کہ آپ کے پدر بزرگوار کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھہ گیا — اور آپ نے اپنے نانا نواب عمادالملک کے سایہ عاطفت میں پرورش پائي – اور نواب ممدوح کي نگراني اور سر پرستي میں آپ کي تعلیم و تربیت ھوئي — خوشي کا مقام ھی کہ سات سو برس قبل ایک عمادالملک نے اس ھونہار

شاعر کے نشو نما دینے میں سعي کي اور اس مبارک عہد کے نواب عماد الملک، کي توجہ اور امداد سے اُن جواهر کے جمع کیئے جانے کا اهتمام درپیش هی جن سے حضرت امیر خسرو فارسي علم کے خزانہ کو مالا مال کرگئے هیں - یہہ خزانہ هماري غفلت، بے علمي اور ناقدري سے هماري هاتهہ سے بہت کچھہ نکل چکا هی اور اندیشہ هی کہ اگر یہي لیل ونہار هی تو کہیں رها سہا بهي غارت نہ هوجائے *

کلیم، از دست بیداد نہ نالم * بکشت من گذار لشکر اُفتاد

قصہ کوتاہ ایک تو خود فطرت نے طرطي هند، سلطان الشعراء حضرت امیر خسرو کي طبیعت میں فوق العادت همہ گیر قادر الکلامي اور بے نظیر سحر بیاني کا مادہ ودیعت کیا تها اُس پر طرہ یہہ هوا کہ آپ ۷۳ سال کي عمر میں دهلي کے پانچ مختلف بادشاهوں (یعني (۱) معز الدین کیقباد سنہ ۸۹ - ۶۸۶ هجري سنہ ۹۱ - ۱۲۸۷ ع (۲) جلال الدین فیروز شاہ سنہ ۹۵ - ۶۸۹ هجري سنہ ۹۵ - ۱۲۹۰ ع (۳) محمد شاہ ۶۹۵ - ۷۱۵ هجري ۱۲۹۵ - ۱۳۱۵ ع (۴) غیاث الدین تغلق ۲۵ - ۷۲۱ هجري سنہ ۲۴ - ۱۳۲۱ ع اور (۵) محمد بن تغلق سنہ ۷۲۵ هجري سنہ ۱۳۲۴ع) کے الطاف شاهانہ اور توجہات مربیانہ کے مورد و مصدر بنے رهے - لہذا اُن مختلف درباروں کي اپنے اپنے وقت پر گوناگوں دلاویزیاں، شاهوں کے سانحات وفات اور تخت نشینیوں کے جشن، صلح و جنگ، فتح و شکست، عزل و نصب، عروج و زوال، ملک گیریاں اور ملک داریاں، سفر و حضر، امن و فساد، عیش و نشاط، بخشش و کرم، بذل و سخا جس کي وجہ سے مشاهیر زمانہ کا هجوم اُن کے درباروں میں عموماً رها کرتا تها

تازیانہ ،، ثابت ہوئے ، جنہوں نے اُن کے دریائے سخن کو " ناپیدا کنار،،
بنادیا - چنانچہ اُن کی فکر کی وسعت ، ذہن کے جودت ، تصانیف
کے کثرت ، خیال کے پرواز اور کلام کی بو قلمونی اور عذوبت نے
نہ صرف فارسی کے شاہان ملک سخن سے خراج تحسین حاصل کیا ،
بلکہ یورپ کے محقق مستشرقین نے آپ کو ملک ہندوستان کا ایک
مشہور ترین فارسی شاعر اور نہایت باکمال ماہر فن موسیقی تسلیم کیا
ہی [ملاحظہ ہو فہرست کتب خانہ شاہان اودہ مرتبہ داکٹر اسپرنگر
ایم کی صفحہ ۴٦٥ و فہرست کتب خانہ بانکی پور مرتبہ ڈاکٹر
ڈینیزن راس پی ایچ ۔ ڈی صفحہ ۱۷٦] اور بعض محققین نے تو
آپ کو اُن معدودے چند مشہور عالم سخن آفرینوں کے پہلو میں جگہہ
دی ہی جن کی بہت ہی تھوڑی تعداد مادر گیتی پیدا کرسکی ہی -
[ملاحظہ ہو تاریخ ہند مصنفہ سرھنری ایلیٹ جلد سوم ضمیمہ الف]

تذکرہ مجمع النفایس میں (جو سنہ ۱۱٦۴ ھ میں لکھا گیا ہی)
سراج الدین خاں آرزو نے فردوسی اور امیر خسرو کے ایک شعر کا
مقابلہ کیا ہی - فردوسی نے نقارہ کی آواز کو ایک شعر میں اس
طرح باندھا ہی کہ شعر بھی با معنی رہا اور ایک مصرعہ
کے الفاظ سے نقارہ کی اواز بھی پیدا ہوتی ہی — فردوسی کا وہ شعر
یہہ ہی :—

زنقارہ آواز آمد بروں * کہ دوں است دوں است گردوں دوں

امیر خسرو نے اس کے مقابلہ میں شعر لکھا ہی :—

دھل زن دھل زد بتحسین او * کہ دین دین او دین او دین او

صاحب تذکرہ نے بتلایا ہی کہ علم موسیقی کے ماہر ارباب ذوق
سمجھہ سکتے ہیں کہ خسرو کے شعر کا پایہ کس قدر بلند ہی اس لیئے کہ

نہ صرف ایک بامعنی مصرعہ کے الفاظ بآواز دھل ادا کیئے ھیں ، بلکہ اس میں تال اور سُر کے اصول کی پوری پابندی ملحوظ رکھی ھی -
تذکرہ دولت شاھی میں مذکور ھی کہ حضرت امیر خسرو ظاھری اور باطنی فضائل کے باوجود علم موسیقی میں مہارت تامہ رکھتے تھے -
اتفاقاً ایک بار ایک مطرب نے اُن سے بحث کی کہ علم موسیقی عملی علوم میں سے ھی اور شعر شاعری سے باعتبار شرف افضل ھی-
اس اعتراض کے جواب میں حضرت امیر نے ایک قطعہ لکھا ھی :—

مطربے می گفت باخسرو کہ اے گنج سخن
علم موسیقی زعلم شعر نیکو تر بود
زانکہ آں علمیست کز دقت نیاید در قلم
لیکن ایں علمیست کاندر کاغذ و دفتر بود
پاسخش دادم کہ من در ھر دومعنی کا ملم
ھردو را سنجیدہ بر وزنے کہ آں در خور بود
نظام را کردم سہ دفتر ور بہ تحریر آمدی
علم موسیقی، سہ دفتر بودے ار باور بود
فرق گویم من میاں ھر دو معقول و درست
گر دھد انصاف آں کز ھردو دانشور بود
نظام را علمی تصور کن بنفس خود تمام
گو نہ محتاج اصول و صوت خنیاگر بود
گر کسے بے زیر و بم نظامے قر و خواند رواست
نے بمعنی ھیچ نقصاں نے بہ نظم اندر بود
ورکند مطرب بسے ھاں ھاں وھوں‌ھوں‌در سرود
چوں سخن نبود ھمہ بے معنی و ابتر بود

نائے زن را بیں کہ صوتے دارد و گفتار نے
لاجرم در قول محتاج کسے دیگر بود
پس دریں معنی ضرورت صاحب صوت وسماع
از برائے شعر محتاج سخن پرور بود
نظم را حاصل عروسے داں و نغمہ زیورش
نیست عیبے گر عروس خوب بے زیور بود
من کسے را آدمی دانم کہ داند ایں قدر
ور ندانند پرسد از من ور نہ پرسد خر بود

چونکہ شاہاں دہلی کے الطاف خسروانہ کے ساتھہ ہی حضرت امیر خسرو کو جناب محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے بارگاہ سے تصوف کا بے بہا خلعت بھی مرحمت ہوا تھا ، لہذا اُن کے کلام میں تصوف کی دل ربا چاشنی نے چار چاند لگادیئے ، جس کی بدولت آپ کے کلام کو قبول عام کا رتبہ حاصل ہوا *

تذکرہ دولت شاہ میں کتاب جواہر الاسرار مصنفہ مولانا شیخ عارف آذری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مذکور ہی کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی نسبت حضرت امیر خسرو بہت کچھہ حسن عقیدت رکھتے تھے) اپنی پیرانہ سالی کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے تھے اور حضرت امیر خسرو کو اُن کی ملاقات کا موقعہ ملا تھا —— مگر اور تذکروں سے اس واقعہ کی تصدیق نہیں ہوتی *

پوپ انگلستان کا ایک نامور شاعر گذرا ہی جس کی نسبت مشہور ہی کہ :—

He lisped up in numbers for the numbers came

۱۰۰ مطلب یہ ہی کہ شعر کی اس قدر آمد تھی کہ اپنی توتلی

زبان میں بھي جو کچھہ بولتا تھا وہ اشعار ھي ھوتے تھے - اسي طرح بلا مبالغہ حضرت امیر خسرو کي نسبت کہا جاسکتا ھی کہ آپ کو بچپن ھي سے فن شعر میں پورا درک تھا — چنانچہ اپنے دیوان موسوم بہ "تحفۃالصغر" کے دیباچہ میں حضرت خود تحریر فرماتے ھیں کہ مجھے اوائل عمر ھي سے شعر گوئي کا فرق العادت ذوق تھا اور تمثیلاً ایک واقعہ لکھا ھی کہ جب خواجہ اعزالدین سے پہلي بار شرف ملاقات حاصل ھوا تو خواجہ ممدوح نے امتحاناً چار لفظ " موئے ، بیضہ ، تیر اور خربزہ " ایسے بتلا کر جن میں کوئي باھمي رابطہ یا مناسبت نہ تھي یہہ فرمایش کي کہ ایک رباعي تصنیف کیجئے جس میں یہہ چاروں لفظ استعمال ھوجائیں - آپ نے في البدیہہ ذیل کي رباعي موزوں کي :—

هر موئے کہ در دو زلف آن صنم است
صد بیضۂ عنبریں بران موئے ضم است
چوں تیر مدان راست دلش را زیرک
چوں خربزہ دندانش دروں شکم است

صغر سني میں حضرت امیر خسرو کي یہہ جودت طبع دیکھہ کر خواجہ اعزالدین متحیر رہ گئے اور آپ کو " سلطاني " لقب دیا جو حضرت امیر خسرو کے ابتدائي کلام میں پایا جاتا ھی [فہرست کتب خانہ بانکي پور مرتبہ ڈاکٹر ڈینیزن راس صفحہ ۱۷۸] *

آپ کے کلام کي فراواني اور اُس کي فراھمي کي ناقابل عبور مشکلات کا اندازہ صرف ایک اس واقعہ سے ھوسکتا ھی کہ عروج سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں خاندان تیموریہ کے ایک جلیل القدر شہزادہ مرزا سنجر نام نے حضرت امیر خسرو کا پورا کلام جمع کرنے کا عزم مصمم کیا - خدا

داد دولت اور علم دوست ندیموں کی مسلسل جد و جہد کی بدولت ایک لاکھ بیس ہزار اشعار فراہم کرسکا - پھر ایک عرصہ کے بعد کسی دوسرے موقعہ پر اس شہزادہ کو حضرت کی غزلیات کے دو ہزار شعر اور دستیاب ہوئے ، جس کے بعد شہزادہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت کے پورے کلام کی فراہمی عملاً محال ہی — اور مایوس ہوکر مزید جستجو سے دست بردار ہوگیا — [فہرست بانکی پور مرتبہ ڈاکٹر ڈنیزن راس صفحہ ۱۷۷] *

یہہ واقعہ اُس زمانہ کا ہی جب کہ مسلمان بہ‌حیثیت ایک زندہ قوم کے اس ملک میں حکمراں تھے اور اسلامی سلطنت اپنے علوم کی حامی و مربی تھی اور نسبتاً حضرت امیرخسرو کا عہد بھی قریب تھا - اس واقعہ کی روشنی میں اس امر کا اندازہ بخوبی ہوسکتا ہی کہ اس خسرو سخن کے پورے کلام کے فراہمی کی کوشش میں اس زمانہ کے حالات کے ماتحت کس حد تک کامیابی کی اُمید ہوسکتی ہی- تاہم میں‌نے ہمت کا دامن ہاتھہ سے نہیں چھوڑا اور امکانی سعی کلام کے جمع کرنے میں کی گئی — اور اس کوشش کا سلسلہ برابر جاری ہی :—

چلا ہی جاتا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا

غضب ہی شوق رسائی و دوری منزل

بہرحال کام شروع ہوگیا ہی اور اُس کی تکمیل تائید ایزدی پر منحصر ہی *

تا نہال ارزو کے بر دہد * حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

۲ — فنڈ

یہہ ظاہر ہی کہ کوئي تحریک خواہ چھوٹي ہو یا بڑي روپیہ کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتي — (کامیابي درکنار کام کا اجرا ہي روپیہ پر منحصر ہی) — چنانچہ جس وقت نواب عماد الملک بہادر نے ترتیب کلیات خسرو کي تحریک فرمائي تو خود ہي تحریر فرمایا تھا کہ میں دولت مند نہیں ہوں - اگر میرے پاس دولت ہوتي تو میں اس کام کے لیئے اُس کو وقف کردیتا -بایں ہمہ جہاں تک مجھہ سے ہو سکے گا میں اس کام میں مالي مدد دونگا اور اپنے احباب سے بھي کچھہ رقم وصول کرکے بھیجونگا — کام شروع کرنے کے لیئے خود ایک ہزار روپیہ اس وقت دیتا ہوں اور بوقت ضرورت ایک ہزار روپیہ اور دونگا - نواب صاحب ممدوح نے یہہ بھي لکھا تھا کہ ہمارے رئیس وقت یعني اعلی حضرت نظام خلداللہ ملکہ علم و سخن کے قدردان ہیں - خود بھي تعلیم یافتہ ہیں - علم ادب کے خصوصاً بہت بڑے قدر شناس ہیں اور مذاق بھي اعلی درجہ کا رکھتے ہیں - لہذا اگر آپ کي طرف سے درخواست امداد پیش ہوئي تو انشاءاللہ تعالے حضور ممدوح امداد اور سرپرستي سے دریغ نفرمائینگے - چنانچہ سرکار آصفیہ سے مالي امداد حاصل کرنے کي غرض سے ایک عرض داشت نواب سالار جنگ بہادر کي خدمت میں پیش کي گئي جو اُس وقت عہدہ جلیلہ وزارت پر ممتاز تھے - میں نہایت شکر گزار ہوں کہ اعلی حضرت نظام خلد اللہ ملکہ نے مبلغ ساڑھے سات ہزار روپیہ کي گراں قدر امداد خسرو فنڈ کو اس شرط پر مرحمت فرمائي کہ بعد اشاعت ہر کتاب کے بیس بیس نسخے کتب خانہ آصفیہ میں داخل کیئے جائیں - نواب سالارجنگ بہادر نے بھي از راہ علم دوستي

مبلغ ایک هزار روپیه عطا فرمایا اور تهائي سو روپیه سکه حالي نواب عمادالملک بهادر کي معرفت جناب مولانا انوار الله خاں بهادر نے عنایت فرمائے - غرض ابتدائي تحریک سے اس وقت تک فنڈ میں حسب تفصیل ذیل آمدني هوئي :-

	روپیه	آنه	پائي
ستمبر سنه ١٩١٣ ع عطیه نواب عمادالملک بهادر	١,٠٠٠	٠	٠
نومبر سنه ١٩١٤ ع عطیه نواب سالارجنگ بهادر	١,٠٠٠	٠	٠
" عطیه ثاني نواب عمادالملک بهادر	١,٠٠٠	٠	٠
" عطیه مولانا انوارالله خاں بهادر (بعدوضع بٹه حالي)	٢٠٩	٩	١٠
مئي سنه ١٩١٥ ع عطیه سرکار آصفیه (بعد وضع کمیشن بنک)	٧,٣٩٢	٩	٩
میزان کل	١٠,٩٧٦	١٣	٣

منجمله اس رقم کے چهه هزار روپیه کے پرامیسري نوٹ (بقیمت ٥,٣٢٩ روپیه ١٠ آنه ٩ پائي) خرید لیئے گئے هیں تاکه پورا سرمایه معطل نه پڑا رهے اور فنڈ میں منافعه کي آمدني کا اضافه هوتا رهے - ما بقي وقم رقم ٥,٣٣٧ روپیه ٢ آنه ١٠ پائي میں سے فراهمي و تصحیح و ترتیب کلیات کے کام پر روپیه بتدریج خرچ هو رها هی - مصارف کي مقدار اس وقت تک قریب ٢ هزار روپیه کے هی جو خریدے هوئے نسخوں کي قیمت ، تصانیف کي تلاش، مختلف لائبریریوں کے مستعار نسخوں کي نقل کي اجرت اور نقول کے مقابله و صحت کے معاوضه کي صورت میں خرچ هوا هی *

افسوس هی که باوجود اخبارات میں متواتر اعلانات کے پبلک نے اب تک اس طرف اپني دلچسپي کا اظهار نهیں کیا ، اور نه اور کسي

قسم کي اس کام میں مدد کي جس سے صرف یہہ نتیجہ نکلنا
هی کہ بد قسمتي سے پبلک نے اس کام کي اهمیت اور وقعت کو نہیں
پہچانا ، نہ اُس کو اس ضرورت کا اب تک صحیح احساس
هوا هی *

مجھے خصوصیت کے ساتھہ اس کا افسوس هی کہ باوجود میري
متواتر استدعاؤں کے (سواے معدودي چند احباب کے) اُن ارباب علم کي
طرف سے بھي بے التفاتي ظہور میں آئي جن سے مجھے ترتیب کلیات
کے کام میں بہت کچھہ علمي و عملي امداد کے توقع تھي - اس عدم
توجھي کو دیکھتے هوئے بے اختیار میرے قلم سے نکلتا هی کہ -

سر کنم شکوہ اگر تاب شنیدن داري
سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داري

میرے اس شکوہ کے تائید اُن بہت سي ضخیم امثلہ سے هوتي هی
جو ترتیب کلیات کي کوشش کے دوران میں بن گئي هیں
جن سے اُس بےشمار مراسلت کا تو پتہ چلتا هی جو کام کو آگے بڑھانے
کي غرض سے کي گئي ، مگر متوقع جوابات اگر تلاش کیئے جائیں تو
بہت هي کم ملینگے *

خوش قسمتی سے اعلی حضرت حضور نظام کي سخاوت اور علم
دوستي نے کام کرنے کا موقع دیدیا جس کي بدولت اس کارروائي کا
نتیجہ انشاء الله تعالے عنقریب هدیہ ناظرین هونا شروع هوگا *

مولوي محمد ریاض حسن صاحب نے پٹنہ سے براہ مہرباني مجھے
بانکي پور کے کتب خانہ کي ایک فہرست تصانیف خسروي کي بھیجي
تھي اور بذریعہ تحریر مشورہ دیا تھا کہ پبلک سے اپیل کیا جاے کہ یا
تو یکمشت چندہ دیں یا ماهوار چندہ مقرر کریں یا کلیات کے چند

نسخوں کي خريداري منظور کرکے نصف قيمت پيشگي عنايت کريں يا ايک نسخه کي خريداري قبول کرکے پيشگي قيمت ادا کرديں تاکه قلت فنڈ کي وجه سے کام نه رکنے پاے - مگر ميں نے نظر به حالات مذکوره بالا سردست يک درگير و محکم گير کے اصول پر عمل کرنا مناسب سمجها اور حضور نظام خلدالله ملکه کي گراں قدر سرپرستي پر قانع رها اور هوں *

---

۳ — ڈيڈيکيشن

اعلی حضرت ادام الله اجلاله واقباله نے نه صرف گراں بها عطيه سے حاميان ترتيب کليات خسروي کي حوصله افزائي فرمائي هے ، بلکه ميري اس عرضداشت پر که يهه سلسله اشاعت چونکه اس ملک ميں اپني قسم کا پهلا کارنامه هے ، لهذا اس سلسله کا اعلی حضرت کے نام سے منسوب هونا اس کي اهميت اور قدر افزائي کا باعث هوگا ، اگست سنه 1915 ع ميں کليات کو حضور ممدوح الشان نے اپنے نام نامي و اسم سامي سے معنوں کيئے جانے کے خاص فرمان کے ذريعه سے باضابطه اجازت مرحمت فرماکر ملک کے علم دوست طبقه کو رهين منت فرمايا هے *

۴ — تحقيق تصنيفات حضرت امير خسرو

فراهمي ترتيب کليات خسرو کے دوران ميں سب سے پهلا کام حضرت امير خسرو کي تصنيفات کي تعداد اور اُن کے ناموں کي تحقيقات تهي — حضرت کي تصانيف کي تعداد کے متعلق خود مورخين اور تذکره نويسوں ميں بهت اختلاف هے — جامي رحمة الله عليه نے (جن کا زمانه حضرت امير خسرو سے نسبتاً قريب هے) نفحات الانس ميں

تصنیفات خسروی کی تعداد ۹۲ بتلائی هی — تذکرہ خوشگو شعراء فارسی کی ایک ضخیم تاریخ هی جس کا چھپنا ثابت نہیں ہوتا، مگر ممالک یورپ کے کتب خانوں کی فہرستوں میں اس کا جابجا ذکر هی — ڈاکٹر اسپرنگر نے سنہ ۱۸۴۸ ع میں شاهان اودہ کے تین کتب خانوں یعنی توپ خانہ، موتی محل اور فرح بخش کی کتابوں کی فہرست گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے مرتب کی تھی — اس فہرست میں تذکرہ خوشگو کا حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کے متعلق مندرجہ ذیل اقتباس درج هی — " مشہور است کہ نود و نہ کتاب تصنیف کردہ – اما انچہ از مثنویات متداول است این تفصیل دارد: (۱) خمسہ یعنی مطلع الانوار، لیلی مجنون، خسرو شیرین، آئینہ سکندری، هشت بہشت، هژدہ هزار بیت؛ (۲) مثنوی عشقیہ چهار هزار بیت (۳) قران السعدین پنج هزار بیت (۴) مثنوی نہ سپہر چهار هزار بیت (۵) تغلق نامہ ناتمام سہ هزار بیت – و تعداد دیوان و غزل وغیرہ مشخص نیست – ودر نثر اعجاز خسروی و تاریخ دهلی، خزاین الفتوح، مناقب هند و چند رسالہ دیگر در علم اسیفاء (؟) و موسیقی و رسالہ خالق باری را هم بدو منسوب دارند کہ اطفال هندوستان آن را می خوانند — وانچہ در هندی زبان کارستانها کردہ هیچ شاعرے را دست ندادہ — چنانکہ اشعار مطائبہ درمیان شادیها بہ هندوستان رائج است و لطائف و ظرائف آن غازۂ قبول شہرت بر رو دارد " — اس تذکرہ کے بموجب تصانیف خسروی کی تعداد ۹۹ ہوتی هی — لیکن تذکرہ هفت اقلیم میں (جو امین الدین رازی نے سنہ ۱۰۰۲ هجری میں مرتب کیا) تصانیف کی تعداد بجائے ۹۹ کے ۱۹۹ درج کی هی — دولت شاہ

سمرقندي نے اپنے تذکرہ میں لکھا هی که خود حضرت امیر خسرو نے
اپني کسي تصنیف میں اشعار کي تعداد چار اور پانچ لاکھه کے درمیان
بتلائي هی - تاریخ فرشته میں آپ کے اشعار کي تعداد پانچ لاکھه تک
لکھي هوئي هی — اس تحقیقات میں بڑي مشکل یهه پیش آئي
هی که تذکرہ نویسوں نے تعداد تصنیفات کا تخمینه بتلاتے هوئے اُن کے
ناموں کي کم و بیش مکمل فهرست لکھنے کي کوشش نهیں کي — اور
یورپین علماء مستشرقین کے شوق علمي کا یهه حال هی که ڈاکٹر
اسپرنگر نے (جن کا اوپر ذکر هوچکا هی اور جو سنه ۱۸۵۰ ع سے
سنه ۱۸۵۷ ع تک مدرسه عالیه کلکته کے پرنسپل رهے تھے) هندوستان
سے ایک بهت بڑا ذخیرہ نایاب قلمي کتابوں کا (جن کي تعداد ۲۰۵۲
سے زیادہ) تھي برلن کے کتب خانه میں بھجوادیا ، جو اسپرنگر کلکشن
کے نام سے مشهور هی — ان کتابوں کي جس فهرست کا اس وقت
تک مجھے پته چلا هی وہ جرمن زبان میں هی — یورپ میں قلمي
مسودات کے شوق کا یهه عالم هی که لندن کي لیوزک کمپني نے اپني
فروختني قلمي نسخوں کي فهرست میں مثنوي شیرین خسرو کے ایک
مختصر نسخه کي قیمت ایک سو ساٹھه روپے درج کي هی، حالانکه
اس مثنوي کے قلمي اور مطبوعه نسخے هر جگه سے به آساني میسر
آسکتے هیں — ایسي صورت میں جبکه تذکروں میں تصانیف کي
فهرست کا اهتمام نه کیا گیا هو اور اس ملک کي نایاب تصنیفات کے
خزانے اهل ملک کي بدمزاقي کے طفیل رفته رفته سب یورپ کے علمي
جواهر خانوں میں پهونچ چکے هوں تو حضرت امیر خسرو کے کلام کا
پته چلانا دشوار سے دشوار تر کام هوگیا هی - کل تصنیفات کي تعداد کے
تعین میں تو اختلاف تھا هي — حضرت کے دیوانوں کي تعداد میں

بھي مختلف فہرستوں میں اتفاق نہیں — جس قدر فہرستیں پرانے زمانہ میں مرتب ہوئي ھیں ان میں حضرت امیر خسرو کے صرف چار دیوان مذکور ھیں ؛ یعني تحفۃ الصغر ، وسط الحیوۃ ، غرۃ الکمال اور بقیہ نقیہ — لیکن مسٹر چارلس ریو نے لندن کے برٹش میوزیم کي کتابوں کي جو فہرست سنہ ۱۸۸۳ ع میں مرتب کي اُس میں پہلي بار پانچ دیوانوں کے وجود کا پتہ چلتا ھی — اور پانچویں دیوان کا نام نہایت الکمال لکھا ھوا ھی جو اُس کتب خانہ میں موجود ھی — بانکي پور لائبریري میں بھي اس کا ایک نسخہ ھی اور دوران تحقیقات میں معلوم ھوا کہ یہہ دیوان دھلي میں چھپ بھي چکا ھی — مغرب کے علماء مستشرقین نے اثناے فراھمي کلام میں حضرت امیر خسرو کي تصنیفات کو تاریخي حیثیت سے بھي بہت غور کے ساتھہ مطالعہ کیا ھی — چنانچہ سر ھنري ایلیٹ نے اپني تاریخ ھند کي جلد سوم کے ضمیمہ کے طور پر مثنوي خزاین الفتوح اور قران السعدین میں سے ایک مبسوط خلاصہ اُن تاریخي واقعات کا لکھا ھی جو ان مثنویوں کا موضوع ھیں اور پھر آگے چلکر مثنوي عشیقہ و نہ سپہر و اعجاز خسروي کا خلاصہ بھي کردیا ھی — تذکرہ نویسوں میں تصنیفات خسروي کي تعداد کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ھی اس کے بعض وجوہ دوران تحقیقات میں مجھے معلوم ھوئے — یورپ کي مشہور لائبریریوں کي فہرست ھاے کتب دیکھنے سے پتہ چلا کہ دنیا کے مختلف کتب خانوں میں حضرت امیر خسرو کي ایک ایک تصنیف کے مختلف قلمي نسخے موجود ھیں جن کے مضامین اور اُن کي ترتیب ایک دوسرے سے جدا ھیں — مثلاً دیوان امیر خسرو کے نام سے بیسیوں نسخے مختلف لائبریریوں میں موجود ھیں

جو حقیقت میں حضرت امیر خسرو کے پانچوں دیوانوں کی مختلف
غزلیات کا مجموعہ ہیں — مختلف لوگوں نے اپنے اپنے مذاق کے
مطابق دیوانوں میں سے غزلیات و قصائد کا انتخاب و اقتباس کرلیا ،
لہذا یہہ دیوان ایک دوسرے سے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بادی
النظر میں جدا جدا تصنیف خیال کئے جاسکتے ہیں — اسی طرح
کلیات امیر خسرو کے مختلف نسخے کتب خانوں میں موجود ہیں
جن میں اہل ذوق نے یا تو اپنے اپنے رجحان طبع کے مطابق کلام
جمع کرلیا یا جس کو جس قدر کلام میسر آیا ایک جگہ کرلیا —
یہی حال مثنویات اور قصائد کے مختلف مجموعوں کا سمجھنا چاہیئے۔
اس کے علاوہ حضرت کی مصنفہ کتابوں میں سے ایک ایک کتاب کئی
کئی ناموں سے ملقب ہی — مثلاً مثنوی عشیقہ کے متعدد نام ہیں۔
اس کو بعض نے مثنوی عشقیہ کہا ہی — قصہ دولرانی و خضر خاں
و نسخہ خضر خانی بھی اسی کے نام ہیں— مہتمم صاحب کتب خانہ
حیدر آباد کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا ہی کہ مقابلہ کرنے پر مثنوی
آغاز عشق بھی یہی مثنوی عشیقہ ثابت ہوئی - دہلی سے حال
میں بعض مطبوعہ تصانیف خسروی کا اشتہار شائع ہوا تھا - اس
میں اسی مثنوی کا نام " منشور شاہی " بھی لکھا تھا — اس طرح
ایک کتاب کے چھہ نام ہوگئے - کتب خانہ حیدر آباد سے ایک
کتاب " مثنوی در تعریف دہلی " کے نام سے مجھے موصول ہوئی تھی
اور اُس کی نقل ہوچکی تھی - تصحیح کی غرض سے جب مقابلہ کیا
گیا تو پتہ چلا کہ یہہ مثنوی قران السعدین ہی - کتاب خزائن الفتوح
کی لوح پر اس کا نام سرور الروح اور تاریخ علائی بھی لکھا ہوا پایا
گیا - انڈیا آفس لائبریری کی فہرست میں دیوان غرۃ الکمال کا نام

کتاب الکمال بھی درج ھی — اسي فہرست سے معلوم ھوا کہ مثنوي مفتاح الفتوح یا فتح الفتوح (جس میں سلطان جلال الدین فیروز شاہ کے فتوحات کا ذکر ھی) ابتدا میں دیوان غرۃ الکمال کا جزو تھی اور اسي مثنوي کا نام فتح نامہ بھي تھا — چنانچہ رام پور کے کتب خانہ میں یہہ مثنوي اب بھي اس نام سے دیوان غرۃ الکمال کے جزو کي حیثیت سے موجود ھی - حال میں جب کلام خسروي کي تلاش میں میرا رام پور جانا ھوا اور کتب خانہ ریاست سے حضرت امیر خسرو کي تصنیفات بر آمد کروائي گئیں، تو پتہ لگا کہ مجموعہ مثنویات و قصاید میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے بعض مثنوي اور قصیدہ کو خاص نام سے ملقب کردیا ھی — مثلاً ایک مثنوي کا نام باز نامہ ھی * دوسري کا اسپ نامہ یا فرسنامہ ھی جس کا ذکر تاریخ فیروز شاھي ضیاء برني مطبوعہ کلکتہ میں بھي درج ھی - ایک قصیدہ کا نام " بحر العبر " معلوم ھوا اور ایک قصیدہ کا نام " مراۃ الصفا " ھی جو حکیم خاقاني کے قصیدہ کے جواب میں ھی - اسي طرح ممکن ھی کہ دوسري مثنویوں کے اور نام ھوں جس سے تصانیف کي تعداد بڑھ جاتي ھی — صرف یہی نہیں بلکہ بعض ایسي کتابیں جو حقیقت میں دوسرے مصنفوں کي تصنیف ھیں عام طور پر حضرت امیر خسرو کا کلام سمجھي جاتي ھیں - مجھے نہایت تعجب ھوا کہ ایشیاٹک سوسائٹي کی لائبریري سے (جو اس ملک میں علمي تحقیقاتوں کا تنہا مرکز ھی) ایک نسخہ قلمي " صفات العاشقین " نام بہ حیثیت کلام حضرت امیر خسرو میرے پاس بھیجا گیا؛ حالانکہ یہہ امیر خسرو کا کلام نہ تھا - اول تو اس نسخہ کے عنوان میں اس کے مصنف "ھلالي" کا نام درج ھی - یہہ نام طلائي زمین پر سفید روشنائي سے لکھا ھوا

تھا اور اب اس قدر مٹ گیا ھی کہ کافی غور کے بغیر سمجھہ میں نہیں آسکتا - اس کے علاوہ مولوی رشید احمد صاحب "سالم" پروفیسر فارسی مدرسۃ العلوم علی گڈہ نے (جنہوں نے مجھے اس کام کی نگرانی میں بڑی قابل قدر مدد دی ھی) اس کو ملاحظہ کیا تو اُس میں کافی اندرونی شہادت اس امر کی موجود پائی کہ یہہ کتاب مولانا ھلالی کی تصنیف ھی — مثلاً خاتمہ کتاب پر مصنف نے اپنا تخلص ذکر کیا ھی :—

مرا آخر ھلال خویش انگار * "ھلالی" را بلال خویش انگار

اور اگے چلکر شاعر نے دو جگہ پھر اپنا نام ظاھر کیا ھی :—

"ھلالی" راھوائے اشنائیست * بخورشید اشنائی روشنائیست

ھلالی این چہ دریائے معانیست * کہ موج آں زبحر اسمانیست

بوصف عاشقان دفتر کشادم * صفات العاشقین نامش نہادم

نوشتم نامۂ در نیک نامی * کہ خسرو آفرین کردو نظامی

انڈیا افس لائبریری کی مطبوعہ فہرست میں بھی یہہ کتاب مولانا بدرالدین ھلالی استرآبادی کی تصانیف کے ذیل میں درج ھی - اس کتاب کے متعلق میں نے ایک مفصل نوٹ مشعر حالات مذکورہ بالا سکرٹری صاحب ایشیاٹک سوسائیٹی کی خدمت میں بھیجدیا ھی *

ایسی ھی ایک کتاب مثنوی " اشک و اہ " حضرت امیر خسرو سے منسوب ھوکر کتب خانہ حیدرآباد سے میرے پاس آئی جس میں جابجا اندرونی شہادتیں ایسی موجود ھیں جن سے صاف معلوم ھوتا ھی کہ یہہ کتاب حضرت امیر خسرو کا کلام نہیں — اس کتاب کو ملاحظہ کرکے مولوی رشید احمد صاحب پروفیسر فارسی مدرسۃ العلوم علیگڈہ نے حسب ذیل نوٹ لکھکر مجھے دیا تھا :—

"مثنوی اشک و اہ حسب الحکم نواب صاحب بہادر میں نے دیکھی -

یہہ مثنوی حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب تھی - اور اس یقین کے ساتھہ میں نے اس کو بغرض تصحیح دیکھنا شروع کیا تھا - لیکن چند صفحات پڑھنے کے بعد مجھے شبہہ ہوا اور یہہ شبہہ بتدریج بڑھتا گیا، کیونکہ اس میں جابجا ایسی ترکیبیں پائی گئیں جو متاخرین خیال بندوں مثلاً بیدل اور غنیمت وغیرہ کے اختراعات ہیں اور متقدمین کے کلام میں نہیں پائی جاتیں -- حتی کہ جلال اسیر کا کلام بھی جو خیال بندی کا موجد سمجھا جاتا ہے، اس قسم کی ترکیبوں اور اس نہج کی بندشوں سے عاری پایا جاتا ہے - مثنوی کا معتد بہ حصہ پڑھنے کے بعد مجھکو یقین ہوگیا کہ اس کا مصنف غنیمت یا اُس کا کوئی ہمرنگ و ہمعصر شاعر ہے - کیونکہ اس گروہ کے طرز خیال کے صریح نشانات جابجا نمایاں معلوم ہوتے تھے - مثال کے طور پر چند ترکیبیں عرض کرتا ہوں :

" نگاہ خوں بہ امن " -- " نالہ محشر خروش " - " چمن ساز نگاہ شرر در خرمن سیماب " - " قماش چاک پیراہن " - " دفتر نویس شعلہ " - " قیامت در رکاب موج خوں " - " طلوع نشہ پیمانہ غم " - " نمک حل سازجان ریش " - " شریک کاروان دل بدوش " - " قیامت حل کن و کف ساغرم ریز " - یہہ اور اس قسم کی بیشمار بندشیں جو مثنوی میں بکثرت ہیں اس امر کا یقین دلانے کے لیئے کافی تھیں کہ یہہ مثنوی حضرت امیر خسرو کی نہیں ہوسکتی، خاصکر اُن لوگوں کے لیئے جو فارسی شاعری کے مختلف ادوار کے کلام پر غائر نظر رکھتے ہیں - آگے چلکر ایسے واقعات ملے جن کو دیکھکر کسی شخص کے دل میں کوئی شک و شبہہ نہیں رہ سکتا - مثلاً صفحہ ۳۲ پر میر محمد زمان راسخ کا مرثیہ لکھا ہے جن کی وفات سنہ ۱۱۰۷ ھجری

میں ہوئي- اور صفحہ ۴۷ پر بادشاہ دین پناہ محي الدین اورنگ زیب بہادر غازي کي تعریف لکھي ھی — ان باتوں سے صاف ظاھر ھی کہ یہہ کتاب امیر خسرو کي تصنیف نہیں ھوسکتي — اصل یہہ ھی کہ یہہ مثنوي میر غازي شہید لاھوري کي تصنیف ھی جن کي وفات سنہ ۱۱۳۰ ھجري میں ھوئي اور جو میر محمد زماں راسخ سرھندي کے شاگرد ھیں ٭ جیسا کہ اُنھوں نے مثنوي میں ایک جگہ اس کا اعتراف بھي کیا ھی" *

اسي طرح مجھے معلوم ھوا تھا کہ فن موسیقي میں ایک کتاب "راگ درپن" نام حضرت امیر خسرو کے زمانہ میں تصنیف ھوئي ھی — اس نام کا ایک قلمي نسخہ فارسي زبان میں مجھے ندوۃالعلما لکھنو کے کتب خانہ سے بہم پہنچا جس کے دیکھنے سے معلوم ھوا کہ یہہ کتاب ایک شخص ھنونت نامي نے راجہ مان سنگھ والي گوالیار کي فرمایش پر سنسکرت زبان میں لکھي تھي جس کا ترجمہ فقیراللہ نامي ایک شخص نے سنہ۱۰۷۳ ھجري میں زبان فارسي کیا جو راگ درپن کے نام سے مشہور ھی — یہہ کتاب نہایت قابل قدر ھی اور میرا قصد ھی کہ اسي سلسلہ میں ترتیب کلیات سے فارغ ھوکر اس کتاب کو بھي شائع کروں ٭ چنانچہ میں نے اس کي نقل کرالي ھی *

ان کتابوں کے علاوہ ایک کتاب مسمی بہ "خیالات خسرو" کي نسبت مجھے پتہ لگا تھا کہ یہہ امیر خسرو کي تصنیف ھی مگر رام پور کے کتب خانہ میں اس نام کا ایک رسالہ موجود تھا جس کے دیکھنے سے ثابت ھوا کہ وہ حضرت امیر خسرو کے زمانہ سے بہت بعد کي تصنیف ھی ٭ اور چونکہ اس کتاب کے شروع میں الفاظ "خیالات خسرو" واقع ھوئے ھیں غالباً اس لحاظ سے اُس کو امیر خسرو سے منسوب

کردیا گیا *

ایک قلمي نسخه به نام " رقعات امیر خسرو" میرے ایک لکھنوي دوست نے مجھے دیا تھا - مگر اس کي بابت بھي یھي تحقیق ھوا که وہ غیر کا کلام ھی — ریاست حیدرآباد سے دو نسخے قدمي " رقعات حضرت امیر خسرو" کے نام سے آئے تھے - ان نسخوں کو ملاحظه کرکے میرے دوست مولوي شیخ بشیرالدین صاحب رئیس میرٹھه نے (جن کا سا علمي مذاق في زماننا مسلمانوں میں کم پایا جاتا ھی) مجھے مندرجه ذیل نوٹ لکھکر دیا تھا :—

"میں نے ھردو جلد رقعات کو (جو کتب خانه اصفیه سے آئي ھیں اور حضرت امیر خسرو دھلوي رح سے منسوب ھیں) معائنه کیا - ایک کتاب میں اول ورق اور چند اوراق دیگر مقامات سے گم ھوگئے ھیں - اس وجه سے بادي‌النظر میں یھه شبھه ھوتا ھی که یھه دو جدا جدا کتابیں ھیں، مگر حقیقت میں یھه دونوں کتابیں ایک ھي نسخه کي نقلیں ھیں - پہلے معائنه ھي میں عبارت کتاب کي طرز سے یھه معلوم ھوجاتا ھی که یھه حضرت امیر کا کلام نہیں - خصوصاً دیباچه کے عنوان سے پورے طور پر واضح ھوجاتا ھی که مصنف مکتوبات کوئي دوسرے بزرگ ھیں جنھوں نے اپني کتاب کو تیمناً و تبرکاً حضرت امیر خسرو کي مثنوي سے شروع کیا ھی - دیباچه کي عبارت یھه ھی :

"عنوان نامه خیالات از مثنوي صاحب کمالات صوري و معنوي امیر خسرو دھلوي بیاراست" *

اس کے علاوہ رقعات کے پڑھنے سے معلوم ھوتا ھی که مصنف نے بہت سے مختلف شعراء کے اشعار ان رقعات میں تحریر کیئے ھیں - حضرت امیر خسرو نے جو غیور طبیعت پائي تھي اُس سے یھه امر بعید

معلوم ہوتا ہی کہ وہ اپنے کلام کی تزئین دیگر شعرا کے اشعار سے فرماتے
پھر یہہ کہ جن شعراء کا کلام نقل کیا گیا ہی اُن میں بعض حضرات
مثل خواجہ حافظ شیرازي و مولانا جامي رح و عرفي شیرازي حضرت
میر کے بہت بعد ہوئے ہیں -- ان شعراء کے چند اشعار یہاں نقل کرتا
ہوں جو ان رقعات میں درج ہیں :

خواجہ حافظ شیرازي رح

صفحہ ۳ — ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

" کشتي شکستہ ایم اے باد شرط بر خیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

صفحہ ۱۸ — زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست
تا درمیان خواستہ کردگار چیست

صفحہ ۲۳ — آسایش دو گیتي تفسیر این دو حرفست
با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

صفحہ ۲۹ — مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز
ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

اُن کے علاوہ اور بہت سے اشعار حضرت حافظ رح کے ان رقعات میں
جا بجا منقول ہیں *

اشعار مولانا جامي رح

صفحہ ۱۹ — چیست میداني صدائے چنگ و عود
انت حسبي انت کافي یا ودود

آہ ازین مطرب کہ از یک زمزمہ
آمدہ در رقص ذرات وجود

نیست در افسردگاں ذوق سماع

ورنہ عالم را گرفت است ایں سرود

رباعي

صفحہ ۱۵ — ہمسایۂ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست

در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

در انجمن فرق و نہاں خانہ جمع

باللہ ہمہ اوست و ثم باللہ ہمہ اوست

عرفي شیرازي

چناں بانیک و بد عرفي بسر کن کز پس مردن

مسلمانت بہ زمزم شوید و ہندو بسوزاند

علاوہ ازیں دو موقعوں پر حضرت امیر رح کا کلام بھي نقل کیا گیا

ہی ؛ اور اُس عبارت سے واضح ہی کہ نقل کرنے والا کوئي دوسرا

شخص ہی *

صفحہ ۳۴ — و خوشتر ازیں بشنو قول امیر خسرو •

ہر کہ قانع شد بہ خشک و تر شہ بحر و براست

صفحہ ۴۱ پر حضرت امیر کا کلام اس طرح نقل کیا گیا ہی

نازم بآں دلے کہ از شعلہ عشق افروختہ بہ آتش محبت سوختہ

باشد چنانچہ امیر خسرو میفرماید

رباعي

از آتش عشق ہر کہ افروختہ نیست

با او سر سوزن دلم دوختہ نیست

گر سوختہ دل نۂ زما دور کہ ما

آتش بہ دلے زنیم کو سوختہ نیست

حافظ شیرازي، مولانا جامي اور عرفي کا زمانه حضرت امیر خسرو کے بعد هوا هی- حضرت امیر خسرو کا سنه رحلت سنه ۷۲۵ هجري هی اور آپ کي تاریخ رحلت یهه هی :

خسرو دهلوي بحکم خدا * بشب جمعه شد ز دار فنا

عمر هفتاد وپنج سالش بود * کائزماں شد بدر گه معبود

هیز دهم بود از مه شوال * که گذشته ازیں جهان ملال

خسرو دهلوي بهشتي بود * سال نقدش بگو نه چشتي بود

۷۲۵ هجري

سال نقلش خرد عیاں ونهفت * باز شکر مقال طوطي گفت

۷۲۵ هجري

حضرت مولانا جامي رح کا سنه رحلت سنه ۸۹۹ هجري هی اور آپ کي تاریخ رحلت یهه هی :

افصح بے نظیر جامي بود * بکمالات علم نامي بود

همه تصنیف آں معلے شان * عدد جام شد رقم برخوان

۴۴

هاتفم گفت سال رحلت او * جاے جامي بهشت عدن بگو

۸۹۹ هجري

رفي شیرازي کا زمانه سنه ۱۰۰۰ هجري کا هی اور خواجه حافظ شیرازي رح کا سنه وفات سنه ۷۹۱ هجري هی اور آپ کي تاریخ وفات "خاک مصلے" سے نکلتي هی *

۷۹۱

اس تمام تشریح کے بعد ناظرین پر یهه بخوبي ثابت هوجائیگا که یهه رقعات حضرت امیر خسرو دهلوي کی تصنیفات سے نهیں هیں"*

خلاصہ بحث یہہ هی کہ ایک طرف تو ایک ایک نسخہ کے متعدد نام هیں – دوسری طرف غیروں کی تصنیفات کسی نہ کسی طرح حضرت امیر خسرو سے منسوب هوگئیں – ایسی حالت میں تعین تعداد تصانیف خسروی میں اختلاف کا هونا لازمی تها – مگر میری توجہ شروع سے اس طرف مائل رهی هی کہ کوئی ایسی کتاب جو بلحاظ شہرت امیر خسرو سے منسوب هو (مگر حقیقت میں اُن کا کلام نہ هو) وہ جزو کلیات نہ هو – اور اس وجہ سے یہہ اهتمام کیا گیا هی کہ نقل هونے سے پہلے هر ایک نسخہ کی نسبت اطمینان کرلیا جاتا هی کہ وہ حضرت امیر کی تصنیف هی اور اس غرض سے یہہ نسخے اول ایسے قابل اعتماد حضرات کو ملاحظہ کرادیئے جاتے هیں جو فارسی شاعری کا صحیح ذوق رکھتے هیں ، جن کی مختلف طبقوں کے شعراء کے کلام پر نظر هی اور جو فارسی علم ادب کی تاریخ سے واقف هیں *

حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کی تلاش میں یورپین مستشرقین کے مختلف تذکروں کا مطالعہ کیا گیا هی – بہت سے اُن تذکروں کی فہرست جن کا حوالہ اول الذکر کتابوں میں درج هی یا خود فارسی تذکروں میں ملتا هی اس مقام پر درج کرنا خالی از دلچسپی نہوگا ، و هوهذا :- خزانہ عامرہ – نفحات الانس – تذکرہ خوشگو – شمع انجمن – تذکرہ نساخ – تاریخ فرشتہ – تذکرہ عرفات اوحدی – تذکرہ شعراء دولت شاہ سمرقندی – مجمع النفائس – تذکرہ مخزن الغرائب – ریاض الشعراء – بہارستان سخن – تذکرہ واله داغستانی – ماثرالامرا – جواهر الاسرار – هفت اقلیم – بت خانہ – آتشکدہ – خلاصۃ الکلام – مجالس النفایس – خلاصۃ الاشعار – همیشہ بہار – تذکرہ ندرت — خلاصۃ الافکار – تاریخ بداؤنی ، – تذکرہ طبقات الشعراء قدرت الله قدرت *

اُن میں سے بعض تذکرے میں نے فراھم کیئے مگر اکثر باوجود کوشش بلیغ اس وقت تک ھندوستان میں دستیاب نہیں ھوسکے مگر ان تذکروں میں سے کسی میں سواے اُن کتابوں کے ناموں کے جن کی تعداد ۴۵ سے متجاوز نہیں ھی اور کسی تصنیف کے نام کا پتہ نہیں چلتا *

اسی تحقیقات کے سلسلہ میں مجھے ایک دوست نے اطلاع دی تھی کہ بزرگوں سے سنا ھی کہ حضرت امیر خسرو نے شیخ سعدی کی گلستان کا ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا، مگر مجھے کسی تذکرہ سے اس کی تصدیق نہیں ھوئی *

سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ھی کہ حضرت امیر کے ھندی کلام کا بالکل سراغ نہیں چلتا - میں نے سکرتری صاحب ناگری پرچارنی سبھا بنارس کو بھی خط لکھا تھا کہ اگر آپ کے سلسلہ تحقیقات میں خسرو کا کوئی ھندی کلام ملا ھو تو مطلع کیا جاوے - مگر جواب حسب مراد نہیں ملا - مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے بمقام دھلی مجھے اطلاع دی تھی کہ ایشیاٹک سوسائیٹی آف بنگال کے کتب خانہ میں ھندی کا بہت سا کلام پہیلیوں اور کہہ مکرنیوں کی صورت میں موجود ھی - میں اسی شوق میں اس سوسائیٹی سے عرصہ تک مراسلت کرتا رھا - اور بالاخر آنریبل جسٹس سرآسوتوش مکرجی اور ڈاکٹر المامون صاحب سہروردی کی توجہ اور ان دونوں بزرگوں کی تحریک و تائید سے ایشیاٹک سوسائیٹی کے ممبری کی عزت بھی مجھے حاصل ھوگئی - مگر باوجود پیہم استفسارات کے کسی ھندی کلام کا پتہ اس وقت تک وھاں نہیں چلا - ڈاکٹر المامون سہروردی صاحب نے جو ایشیاٹک سوسائیٹی کے پہلے ھندوستانی فلالوجکل سکرتری ھیں از راہ عنایت میری استدعا پر اُن تمام مولوی صاحبان کو خاص ھدایت بھی کردی

هی جو سوسائیتي کے زیر هدایت ملک میں دورہ کرنے پر مامور هیں — اور مختلف لائبریریوں کا معائنہ کرتے رهتے هیں کہ جہاں کہیں حضرت امیر کے کلام کا پتہ لگے فوراً مجھے اطلاع دیدیں - نیز عمال سوسائیتي کو یہہ هدایت بھي کردي کہ سوسائیتي کے جس قدر نسخے تصنیف امیر خسرو کے مستعار باهر گئے هوں وہ سب واپس طلب کرلیئے جائیں - ڈاکٹر صاحب موصوف کي عنایت سے سوسائیتي کے چیف ریسرچ مولوي حافظ نذیر احمد صاحب نے مجھے بہت سي مفید اطلاعیں بھي بھیجیں — مگر هندي کلام کي تلاش میں هنوز کوئي کامیابي نہیں هوئي- مولوي سید احمد صاحب مولف فرهنگ آصفیہ نے مجھے اطلاع دي تھي کہ هندي کي بہت سي پہلیاں اور کہہ مکرنیاں وغیرہ صاحبزادہ میر رستم علي صاحب کے پاس تھیں اور اب وہ نسخہ صاحبزادہ میر شرف الدین صاحب کے پاس هی جو اُن کے قرابت دار هیں اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں قیام فرماهیں میں نے مولانا حسن نظامي صاحب سے استدعا کي کہ وہ اس نسخہ کي تلاش میں مجھے مدد دیں - نیز مولانا عبدالواحد صاحب واحدي ایڈیٹر رسالہ نظام المشایخ دهلي کي خدمت میں تصدیعہ دیا کہ وہ مقامي قوالوں سے حضرت امیر کا هندي کلام جمع کرنے کا اهتمام فرماسکیں تو میں اس کوشش کے تمام مصارف ادا کرنے کے لیئے تیار هوں - اس کے بعد اسي تلاش و جستجو میں خود بھي دوبار دهلي پہونچا اور حضرت نظام الدین اولیا کي درگاہ میں حاضر هوا - نیز تمام اسلامي اخبارات میں کئي بار اعلانات شایع کیئے - لیکن یہہ سب کوشش اس وقت تک ناکام ثابت هوئي هی تذکرہ آب حیات میں مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے کچھہ نمونہ امیر خسرو کے هندي کلام کا نقل کیا هی مگر اس تذکرہ

سے یہہ پتہ نہیں چلتا کہ اُس کلام کا ماخذ کیا ھی ــ مولوی حبیب الرحمن‌خاں صاحب شروانی رئیس بھیکم پور (جن کی ھمدردانی اور علمی قابلیت مسلمہ ھی اور جن کی امداد اس کام میں شروع ھی سے میری کمزور سعی کے شامل حال رھی ھی) بجواب میرے استفسار کے اطلاع دی تھی کہ مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے نظم اُردو کی ایک تاریخ لکھی ھی اور اُس میں حضرت امیر کے ھندی کلام کے حوالے درج ھیں ــ میں نے اس تاریخ کا پتہ چلانا چاھا مگر اُس کا کوئی حال دریافت نہ ھو سکا *

۵ ــ تلاش تصنیفات

با اقبال زندہ قوموں کی علامات زندگی میں سے ایک یہہ علامت بھی ھوتی ھی کہ وہ علم کی توسیع و اشاعت اور قوم کی اخلاقی و ذھنی ترقی مد نظر رکھہ کر اپنے موجود الوقت علما اور مصنفین کے قدر شناسی اور حوصلہ افزائی کے سلسلہ میں اپنی قوم نیز دوسری قوموں کے سینکڑوں بلکہ ھزاروں برس پیشتر کے گذرے ھوئے شعرا اور مصنفین کے حالات زندگی معلوم کرنے اور اُن کی تصانیف کا پتہ لگانے اور شائع کرنے اور اُن کی عالمگیر شہرت جس کے وہ ھر طرح مستحق ھیں قایم کرنے اور قایم رکھنے میں غیر معمولی جدو جہد سے کام لیتے ھیں ــ مغربی قومیں (خواہ انگریز ھوں یا فرانسیس یا جرمن) ھوگز ھرگز اپنی قوم کے مشہور مصنفین کے کلام کو ضائع نہیں ھونے دیتیں ــ طویل یا مختصر جو کچھہ ھاتھہ لگ جاتا ھی سب کو چھاپ کر زندہ رکھتی ھیں یہاں تک کہ چار لفظوں کا ایک رقعہ بھی مل جاوے تو اُسے بھی بچاتے ھیں اور ٹائپ کے ذریعہ سے محفوظ کردیتے ھیں ــ یورپ کے ممالک میں زمانہ ماضی کے مشاھیر اھل تصنیف کی سوانح عمری

معلوم کرنے اور اُن کا کلام جمع کرنے کا شوق اب اس درجہ تک بڑھ گیا ھی کہ انگلستان کے مشہور شاعر شیکسپیر کی سوانح عمری لکھنے والے ایک فاضل انگریز نے لکھا ھی کہ " اس زمانہ میں ھم اس عہد کا تصور باندھنے سے بھی قاصر ھیں جبکہ مصنفین کی سوانح عمریوں سے اھل ملک کو کوئی دلچسپی نہوا کرتی تھی اور جبکہ باوجود اپنے کلام کے مقبول عام ھونے کے شاعر کی خاطر خواہ قدر و منزلت نہ کی جاتی تھی۔ یونان کے شہرۂ آفاق شاعر ھومر کو دنیا سے رخصت ھوئے ھزاروں برس گذر گئے مگر یورپ میں اُس کے کلام کی تازہ شرحیں آج بھی شوق کے ساتھ لکھی اور پڑھی جاتی ھیں — جن شہروں اور مقامات کا اُس کے کلام میں ذکر آگیا ھی علمی حلقوں میں اُن کے کھنڈرات اور محل وقوع کی بابت محققانہ بحث و مباحثہ کا سلسلہ اب تک جاری ھی۔ بعض انگریزی شعراء نے سینکڑوں برس پیشتر اپنے کلام میں اگر کسی جھیل یا تالاب یا پہاڑی یا ندی کا ذکر کردیا ھی تو اُن مقامات کو سوانح نویسوں کی بدولت اب تقدس کا وہ درجہ نصیب ھوگیا ھی کہ وہ مقامات آج زیارت گاہ عام و خاص بنے ھوئے ھیں — اُن شعراء کے سکونتی مکانوں کی جگہ معین کرنے میں بڑی بڑی محققانہ تلاش و جستجو کی گئی ھی — اُن کے دستخطی خطوط یا مسودات اگر اتفاق سے کہیں مل جاتے ھیں تو ھزارھا روپیہ کی قیمت دے کر اُن کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ھی اور ملک میں اُن تحریروں کے فوٹو شائع کیئے جاتے ھیں — پرانے مصنفین کا کلام نہ صرف تمام و کمال جمع کرلیا جاتا ھی بلکہ اُن کی ھر ھر تالیف و تصنیف کی تحریر کا وقت اور زمانہ مشخص کیا جاتا ھی — تصانیف کی تقدیم و تاخیر اور اُن کے مضامین کی بناپر شعراء و مصنفین

کے هزارها صفحوں کے طول طویل سوانح عمریاں مرتب هو جاتي هیں اور اُن کي عادات و خصائل پر مختلف پہلوؤں سے روشني ڈالي جاتي هی — شاہ همایوں کي همشیرہ گل بدن بیگم کي لکھي هوئي تاریخ "همایوں نامہ" کے چند اوراق قلمي انگلستان کے برٹش میوزیم کي لائبریري میں موجود تھے — اس قلمي نسخہ کي تکمیل کي غرض سے ایک خاص ماهر فن مسٹر بیوریج هندوستان بھیجے گئے اور وہ تمام هندوستان کي لائبریریوں میں مکمل نسخہ کي تلاش میں سرگرداں رهے — میرے زمانہ مستقل قیام رام پور میں یہہ صاحب میرے بھي مہمان رهے تھے اور اس کتاب کي بابت مجھہ سے اور اُن سے بہت کچھہ گفتگو هوئي تھي — بالاخر یہہ صاحب اپنے نسخہ کو مکمل کرکے انگلستان واپس گئے — زندہ قوموں کي اس کارروائي سے ملک میں مفید تصنیف و تالیف کي جو ترغیب و تشویق هوتي هی وہ محتاج بیان نہیں — مگر هم هندوستانیوں نے اب تک اپنے بڑے بڑے شعراء و علماء کے مقبول عام کلام میں سے کسي ایک کا بھي پورا کلام جمع اور طبع نہیں کیا — یہاں تک کہ امیر خسرو جیسے کثیرالتصنیف مصنف کے اردو، هندي اور فارسي کلام کا بڑا حصہ تلف هو گیا — منجملہ اور علامات کے یہہ بھي ایک علامت هم مسلمانوں کي تیرہ بختي کي هی — هندوستان میں زبان اُردو کا تحفظ اور اس زبان کي ترقي مسلمانوں کي قومیت کے تحفظ کي ضمانت هی — اور زبان اردو کي حفاظت اور ترقي کا دار و مدار اس پر هی کہ قدماء کا فارسي اور عربي کلام محفوظ کیا جائے — جو لوگ یوروپین علوم و فنون کي اُردو زبان کے ذریعہ سے تعلیم هونے کے چاهي هیں اور وہ بالکل حق بجانب هیں — اُن کا پہلا فرض یہہ

هونا چاهیئے کہ فارسي لٹریچر کي حفاظت کا کام پوري سرگرمي سے فوراً شروع کردیں ـــ کس قدر افسوس کا مقام هی کہ حضرت امیر خسرو کے کلام کي تلاش سب سے زیادہ مشکل کام ثابت هوا ـــ اور کام شروع کرنے کي غرض سے هندوستان کے اس سب سے بڑے مسلمان شاعر و مصنف کے کلام کي تلاش میں سب سے پہلے یوروپین لائبریوں کا دروازہ کھٹکھٹانے کي ضرورت پیش آئي اور تصنیفات خسروي کي پہلي فہرست لندن کي انڈیا آفس لائبریري کے قلمي فارسي نسخوں کے کتلاگ سے مرتب هوسکي *

ایک هم هیں کہ لیا اپني بھي صورت کو بگاڑ . . . .

ایک وہ هیں جنھیں تصویر بنا آتي هی

یہہ کتلاگ (فہرست) انڈیا آفس لائبریري میں سنہ ۱۹۰۳ ع میں مرتب هوا تھا ـ اس کے مطابق اس لائبریري میں مندرجہ ذیل ۳۸ قلمي نسخے منجملہ تصانیف حضرت امیر خسرو کے موجود هیں :ـــ

دواوین (۱) تحفۃالصغر (۲) وسط الحیوۃ (۳) دیباچہ غرۃالکمال (۴) دیوان غرۃالکمال یا کتاب الکمال (۵) بقیہ نقیہ *

خمسہ (۶) مطلع الانوار (۷) خسرو شیریں (۸) مجنوں لیلے (۹) هشت بہشت (۱۰) آئینہ سکندري *

مثنویات (۱۱) قرآن السعدین (۱۲) خضر خاني یا عشیقہ (۱۳) نہ سپہر (۱۴) مفتاح الفتوح یا فتح الفتوح یا فتح نامہ (۱۵) مجموعہ مثنویات

متفرق (۱۶) مجموعہ رباعیات (۱۷) مجموعہ غزلیات (۱۸) قصیدہ امیر خسرو متضمن حقیقت شاہ نامہ فردوسي *

کلام نثر (۱۹) رسائل اعجاز یا اعجاز خسروي (۲۰) انشاء خسرو
جس میں صرفیانہ رنگ کے رقعات هیں اور گویا رسائل
اعجاز کا تتمہ هی (۲۱) احوال امیر خسرو *

باقي ۱۷ قلمي نسخے مندرجہ بالا نسخوں کے مکررات هیں - مثلاً کلیات کے نام سے ۳ نسخے هیں جو بالترتیب سنہ ۸۹۹، سنہ ۹۳۳ اور سنہ ۱۰۰۸ هجري کے لکھے هوئے هیں - قران السعدین کے سات نسخے درج هیں، خمسے کے پانچ نسخے، مطلع الانوار اور هشت بہشت کے دو دو نسخے هیں *

یہہ سب سے بڑي فہرست هی جو کسي ایک جگہ امیر خسرو کے کلام کي مل سکي اور اس وقت تک تحقیقات سے یہہ بھي ثابت هوا کہ انڈیا آفس لائبریري کي بہ‌نسبت تعداد میں زیادہ اور کسي ایک لائبریري میں امیر خسرو کا کلام جمع نہیں هی - هندوستان کي مشہور لائبریوں میں سے شاهان اودہ کے کتب خانوں کي جو فہرست سنہ ۱۸۵۴ ع میں ڈاکٹر اسپرنگر نے مرتب کي تھي اُس کے مطابق ان کتب خانوں میں بھي کوئي ایسي تصنیف نہیں تھي جو اوپر کي فہرست میں شامل نہو - بانکي پور کي لائبریري میں مذکورہ بالا فہرست سے صرف ایک دیوان یعني (۲۲) دیوان نہایت‌الکمال زیادہ هی جس کو اس کتب خانہ کي فہرست مرتبہ ڈاکٹر ڈینزن راس (۱۹۰۸ ع) میں امیر خسرو کا پانچواں دیوان ظاهر کیا گیا هی، اور جس کا ایک قلمي نسخہ حبیب گنج ضلع علي گڈہ کي لائبریري میں بھي موجود هی - نیز ایک قلمي نسخہ لندن برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں بھي هی اور حال میں یہہ دیوان دهلي میں چھپ کر شائع هوا هی - لندن برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں بھي انڈیا

آفس کے کتب خانہ سے زائد اور کوئی نسخہ نہیں ہی - ایشیاٹک سوسائیٹی کے چیف ریسرچ مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے براہ مہربانی مجھے باڈلین لائبریری ، کتب خانہ برلن ، کتب خانہ خدیو مصر ، کتب خانہ ٹیپو سلطان ، کتب خانہ ایشیاٹک سوسائیٹی کلکتہ ، کیمبرج یونیورسٹی لائبریری ، کتب خانہ حاجی حبیب اللہ صاحب واقع نیلور ، کتب خانہ شمس العلماء قاضی عبداللہ صاحب واقع مدراس کی فہرست تصانیف امیر خسرو مجھے عنایت کی - مگر ان میں سے کسی کتب خانہ میں کسی نئی تصنیف کا وجود نہیں پایا گیا - حبیب گنج ضلع علیگڈھ میں مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس بھیکم پور کی لائبریری ہی جس میں بعض نادر الوجود قلمی نسخے ہیں - مگر یہاں بھی کسی نئے نسخے کا پتہ نہیں چلا - ریاست رام پور کے کتب خانہ میں میں خود حاضر ہوا - اس میں (۲۳) خزائن الفتوح کا ایک ایسا نسخہ برآمد ہوا جو مذکورہ بالا کتب خانوں میں موجود نہیں ہی -- ریاست حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ میں حضرت امیر خسرو کی تصانیف میں سے دو نئے نسخے (۲۴) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث و (۲۵) افضل الفوائد دستیاب ہوئے - ان (۲۵) نسخوں کے علاوہ (۲۶) خالق باری مشہور کتاب ہی جس کی نسبت کہا جاتا ہی کہ پہلے یہہ ایک ضخیم کتاب کئی جلدوں میں تھی - اب جو کتاب بچوں کو اوائل عمر میں پڑھائی جاتی ہی وہ اس کا مختصر اقتباس ہی (۲۷) قصہ چہار درویش فارسی جس کا اُردو ترجمہ باغ و بہار ہی حضرت امیر خسرو سے منسوب کیا جاتا ہی *

مندرجہ ذیل تصانیف کے نام مختلف تذکروں اور اثناء تحقیقات میں براہ راست یا اُن بیشمار خطوط کے جواب میں جو اطراف ملک

میں تصانیف کا پتہ لگانے کی غرض سے بھیجے گئے تھے علم دوست حضرات کے مراسلوں سے معلوم ہوئے *

(۲۸) بازنامہ (۲۹) اسپ نامہ یافرسنامہ (۳۰) بحر العبر (۳۱) مراۃ الصفا (۳۲) شہر اشوب یا مجموعہ رباعیات برطبق حالات اہل حرفہ (۳۳) تغلق نامہ (۳۴) تاج الفتوح (۳۵) تاریخ دہلی (۳۶) مناقب هند (۳۷) حالات کنھیا و کرشن (۳۸) مکتوبات امیر خسرو (۳۹) جواهر البحر (۴۰) مقالہ (حالات خلفاے اربعہ) (۴۱) راحت المحبین (۴۲) رسالہ ابیات بحث (خسرو و حاجی) (۴۳) شگرف بیان (۴۴) قرانہ هندی (۴۵) مناجات خسرو *

منجملہ نسخہ جات مذکورہ بالا کے باز نامہ ، اسپ نامہ ، بحرالعبر مراۃالصفا خاص خاص قصائد اور مثنویوں کے نام هیں جو حضرات امیر کے دیوانوں کا جزو هیں — اور یہہ چاروں ریاست رام پور کے کتب خانہ میں دستیاب هوئے - شہر آشوب کی نقل لکھنؤ سے بہ توجہ شیخ بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھہ حاصل هوگئی — تغلق نامہ کی بابت صرف اتنا پتہ چلتا هی کہ اس کا ایک قلمی نسخہ میر مہدی حسن صاحب مجروح دهلوی کے پاس تھا - باقی اور نسخوں کی بابت اب تک یہہ بھی معلوم نہیں هوسکا کہ یہہ تصانیف اس ملک میں کہاں موجود هیں اور اُن کی اصل یا نقل کیونکر دستیاب هوسکتی هی *

مجھکو احباب کی زبانی یا اثناء مراسلت میں اگر ذرا بھی معلوم هوا کہ فلاں صاحب سے کچھہ نہ کچھہ سراغ تصنیفات حضرت امیر خسرو کا ملےگا تو میں نے اُن حضرات سے پیہم مراسلت کرنے اور یاد دهانیاں بھیجنے میں کبھی تساهل نہیں کیا — اس کے علاوہ دهلی ، لکھنؤ ،

میرٹھ ، آگرہ ، کلکتہ ، پٹنہ ، بانکی پور ، کوئٹہ ، پشاور ، کشمیر ، بمبئی
اور مدراس کے ممتاز مسلمانوں کی خدمت میں نیز ریاست
بھوپال ، ٹونک ، لوہارو اور پٹودی کے معززین کی خدمت میں بطور خود
بہت سے خطوط بھیجے — اور اسلامی اخبارات میں متواتر مضامین
شائع کرکے علم دوست حضرات کو اس کام کی طرف متوجہ کرتا رہا —
اور آخر کار مالکان مطابع و متعلقین کتب خانہ جات کی توجہ
تلاش کی طرف مائل کرنے کی غرض سے ایک انعامی اعلان بھی
تمام اخبارات میں شائع کرایا اور اس اعلان کی کاپیاں فرداً فرداً
بہت سے مطابع اور کتب خانوں کو بھیجیں - اس میں لکھا گیا تھا
کہ جو صاحب کسی نئی تصنیف کے نام اور صحیح پتہ سے اطلاع
دینگے تو ہر تصنیف کی بابت مطلوبہ اطلاع کے عوض پانچ روپیہ انعام
دیا جائے گا — اور بعد میں اس انعام کی مقدار بڑھا بھی دی تھی -
مگر اس اعلان کے جواب میں بھی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی —
اس موقع پر یہہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے کرم فرما
حافظ احمد علی خاں صاحب " شوق " افسر کتب خانہ و سپرنٹنڈنٹ
کارخانجات ذات خاص سرکار رامپور نے میری استدعاء پر مختلف
کتابوں سے نقل کراکے اور بعض جو زبانی لوگوں کو یاد تھیں جمع
کرکے امیر خسرو کی پہیلیوں کا ایک مجموعہ مرحمت فرمایا ھی
جو موجود ھی اور اپنے والد صاحب مرحوم کی بیاض سے ایک نظم
مرسوم بہ " گھڑیال خسرو " نقل کرکے عنایت فرمائی تھی جس
میں اونگلیوں کے ذریعہ سے شناخت اوقات کا طریقہ نظم کیا گیا ھی
اس کی نسبت موصوف نے تحریر فرمایا تھا کہ مجھے یہہ تحقیق
نہیں کہ یہہ نظم حضرت امیر خسرو کی ھی یا نہیں — میں نے

اس کو اخبار میں شائع کرکے دریافت کیا تھا کہ اس نظم کی بابت اگر کسی صاحب کو کچھہ تفصیل معلوم ہو تو مطلع فرمائیں — مگر اُس وقت تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی *

۷ — فراہمی کتب

سب سے پہلے وہ کتابیں جو طبع ہو چکی ہیں قیمتاً خریدی گئیں - حضرت امیر خسرو کی تصنیفات میں سے سب سے زیادہ تعداد مطبع نولکشور نے چھاپ کرشایع کی ہی — اس مطبع سے کتب ذیل خریدی گئیں :—

(۱) مطلع الانوار (۲) لیلی مجنوں (۳) هشت بهشت (۴) قران السعدین (۵) خالق باری (۶) ابیات خسرو (جس میں چار دیوانوں کی منتخب غزلیات هیں) (۷) اعجاز خسروی *

کتب خانہ نظامیہ دهلی واقع درگاہ حضرت محبوب الهی سے (۸) دیباچہ غرۃ الکمال (۹) دیوان نهایۃ الکمال (۱۰) اور آئینہ سکندری ٗ تین نسخے خریدے گئے *

علی گڈہ کے ایک تاجر کتب سے نسخہ (۱۱) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث خرید ہوا *

دهلی درگاہ حضرت محبوب الهی سے ایک نسخہ قلمی (۱۲) افضل الفوائد کا اور (۱۳) ایک مجموعہ قدمی غزلیات کا دستیاب ہوا *

مدرسۃ العلوم علی گڈہ کی لائبریری سے مندرجہ ذیل ۸ قدمی نسخے مستعار لیئے گئے :—

(۱۴) خزائن الفتوح (۱۵) اعجاز خسروی (۱۶) مجموعہ قصائد خسروی (۱۷) مثنوی نہ سپہر (۱۸) مثنوی عشقیہ (۱۹) مثنوی لیلی مجنوں (۲۰) مثنوی هشت بهشت (۲۱) مثنوی مطلع الانوار *

سید آل عبا صاحب مارهروي نے دونسخے قلمي مستعار عنایت فرمائے (۲۲) خزائن الفتوح (۲۳) سکندر نامہ خسروي *

ان کے علاوہ ذیل کے نسخے مختلف مقامات سے هدیۃً یا مستعار حاصل هوئے :—

عطیہ نواب عماد الملک بہادر : خمسہ خسروي قلمي جس میں (۲۴) مطلع الانوار (۲۵) لیلی مجنوں (۲۶) سکندر نامہ اور (۲۷) هشت بہشت شامل هیں — اس جلد میں مثنوي شیرین خسرو شامل نہیں هی — نواب عماد الملک بہادر نے ارشاد فرمایا هی کہ جب یہہ خمسہ ترتیب کلیات خسروي کے کام سے فارغ هو جاوے تو جناب ممدوح کي طرف سے هدیۃً مدرسۃ العلوم علي گڈھ کي لائبریري کو دیدیا جاوے *

عطیہ دیوان مبارک سنگھہ صاحب کارندہ ریاست دولت پور ضلع بلند شہر — یہہ قلمي نسخہ خمسہ کا منشي مبارک سنگھہ صاحب نے از راہ مہرباني هدیۃً مجھے عنایت فرمایا — اس میں پانچوں مثنویاں شامل هیں یعني (۲۸) مطلع الانوار (۲۹) شیرین خسرو (۳۰) لیلی مجنوں (۳۱) سکندر نامہ (۳۲) هشت بہشت *

مستعار از کتب خانہ دیو بند : (۳۳) نسخہ نصاب مثلث و بدیع العجائب قلمي و (۳۴) قران السعدین مطبوعہ قدیم *

مستعار از کتب خانہ مولانا شبلي مرحوم واقع اعظم گڈھ موسوم بہ دار المصنفین : (۳۵) دیوان غرۃ الکمال قلمي *

مستعار از کتب خانہ حبیب گنج : (۳۶) دیباچہ غرۃ الکمال (۳۷) دیوان تحفۃ الصغر *

مستعار از کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد : (۳۸) خزائن الفتوح (۳۹) مثنوي عشیقہ (۴۰) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث (۴۱) مثنوي قران السعدین (یعني مثنوي در تعریف دهلي)

(۴۲) و (۴۳) افضل الفوائد (دو نسخے ایک قلمي، دوسرا مطبوعہ)

(۴۴) دیوان امیر خسرو جس میں جملہ دواوین کي منتخب غزلیات درج هیں اور آخر میں پانسو رباعیاں لکھي هوئي هیں *

مستعار از کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر : (۴۵ لغایت ۴۹) خمسہ خسروي و (۵۰) غرۃ الکمال *

مستعار از کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹي بنگال : (۴۶) دیوان بقیہ نقیہ قلمي *

اور جیسا کہ اوپر ذکر هوچکا هی (۵۱) نسخہ شہراشوب (رباعیات متعلق اهل حرفہ) کي نقل لکھنؤ سے حاصل هوئي - اور (۵۲) نظم گھڑیال خسرو اور (۵۳) پہیلیوں کا مجموعہ حافظ احمد علي خاں صاحب شوق افسر کتب خانہ ریاست رام پور نے عنایت فرمایا *

مندرجہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہہ هی کہ علي گڈہ میں اجر ترتیب کلیات خسروي کے کا (کا مرکز هی) حسب ذیل نسخے فراهم هوگئے :—

(۱) مطلع الانوار ۵ (۲) لیلی مجنوں ۵ (۳) هشت بہشت ۵

(۴) سکندر نامہ ۵ (۵) خسرو شیرین ۲ (۶) قران السعدین ۳

(۷) خزائن الفتوح ۳ (۸) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث ۳

(۹) افضل الفوائد ۳ (۱۰) دیباچہ غرۃ الکمال ۲ (۱۱) دیوان غرۃ الکمال ۲ (۱۲) دیوان تحفۃ الصغر ۱ (۱۳) دیوان نہایت الکمال ۱

(۱۴) دیوان بقیہ نقیہ ۱ (۱۵) اعجاز خسروي ۲ (۱۶) نہ سپہر ۱

(۱۷) عشیقہ ۲ (۱۸) خالق باري ۱ (۱۹) شہر آشوب ۱ (۲۰) نظم گھڑیال ۱ (۲۱) پہیلیوں کا مجموعہ ۱ (۲۲) مجموعہ قصائد ۱

(۲۳) مجموعہ دواوین ۲ *

ان کے علاوہ کتب خانہ ریاست رام پور سے مندرجہ ذیل کتابیں مستعار ملی ھیں جن کی باجازت هز هائنس نواب صاحب بہادر دام اقبالہ زیر نگرانی حافظ احمد علی خاں صاحب افسر کتب خانہ ریاست، رام پور میں نقلیں ھورھی ھیں اور جو نسخے پہلے سے موجود ھیں اُن کا بغرض تصحیح صرف مقابلہ ھورھا ھی *

(۱) اعجاز خسروی (۲) کلیات خسرو مسمی بہ مجموعہ دواوین (۳) قران السعدین (۴) مثنوی عشیقہ (۵) خمسہ خسرو مشتمل بر مطلع الانوار (۶) لیلی مجنون (۷) خسرو شیرین (۸) سکندر نامہ (۹) هشت بہشت اور (۶) نصاب بدیع العجائب (۷) خالق باری (۸) بوجھہ پہیلی (۹) قصہ چہار درویش (۱۰) مجموعہ قصائد (جس میں ۶۰۰ قصائد ھیں) (۱۱) تحفۃ الصغر (۱۲) وسط الحیوۃ (۱۳) بقیہ نقیہ (۱۴) غرۃ الکمال (۱۵) مجموعہ قصائد و غزلیات (جو ۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل ھیں) (۱۶) مجموعۂ دو دیوان قلمی یعنی تحفۃ الصغر و وسط الحیوۃ ان کے حاشیہ پر شیرین خسرو اور قران السعدین لکھی ھوئی ھیں (۱۷) خزائن الفتوح (۱۸) رباعیات اهل حرفہ جس میں وہ رباعیات حضرت امیر خسرو کے بھی شامل ھیں جو نسخہ شہر آشوب میں درج ھیں *

انگلستان کی انڈیا آفس لائبریری میں جو کتابیں موجود ھیں — ان کی فہرست اوپر درج ھوچکی ھی *

لندن کی برٹش میوزیم میں حسب ذیل نسخے موجود ھیں، جیساکہ کتلاگ مرتبہ چارلس ریو مطبوعہ سنہ ۱۸۸۳ ع میں

درج هی: (۱) کلیات خسرو (۲) دیوان خسرو (۳) خمسه خسرو (۴) تحفة الصغر (۵) وسط الحیوة (۶) غرة الکمال (۷) بقیه نقیه (۸) نهایت الکمال (۹) قران السعدین (۱۰) مفتاح الفتوح (۱۱) خزاین الفتوح (۱۲) مثنوی عشیقه (۱۳) نه سپهر (۱۴) رسائل اعجاز (۱۵) مجموعهٔ غزلیات *

کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں ۳ نسخے موجود هیں: (۱) لیلی مجنون (۲) آئینه سکندری (۳) قران السعدین *

کتب خانه خدیو مصر میں دو مجموعه دیوان اور ایک جلد خمسه موجود هیں *

باڈلن لائبریری میں ذیل کے نسخے موجود هیں: (۱) وسط الحیوة (۲) غرة الکمال (۳) بقیه نقیه (۴) خمسه (۵) قران السعدین (۶) نه سپهر (۷) خضر خانی یا عشیقه *

کتب خانه برلن میں موجود هیں: (۱) خمسه (۲) دیوان خسرو (۳) هشت بهشت (۴) قران السعدین (۵) آئینه سکندری (۶) مطلع الانوار (۷) شیریں خسرو *

هندوستان کی لائبریریوں میں سے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی لائبریری میں نسخه جات ذیل موجود هیں: (۱) خالق باری (۲) اعجاز خسروی (۳) خمسه خسروی (۴) قران السعدین (۵) مطلع الانوار (۶) بقیه نقیه (۷) عشیقه *

بانکی پور لائبریری میں موجود هیں: (۱) تحفة الصغر (۲) غرة الکمال (۳) نهایت الکمال (۴) قران السعدین (۵) عشیقه (۶) مطلع الانوار (۷) خمسه خسروی (۸) دیوان خسرو جس کے اخر میں ۱۷۴ قصاید هیں *

کتب خانہ ٹیپو سلطان میں ھیں : (۱) خمسہ خسرو (۲) نہ سپہر (۳) قران السعدین (۴) عشیقہ (۵) مطلع الانوار (۶) دیوان خسرو *

کتب خانہ ندوۃ العلما میں : اعجاز خسروي کا ایک قلمي نسخہ موجود ھی جو نواب ضیاء الدین خاں نیر رخشان دھلوي مرحوم کے کتب خانہ میں تھا *

حبیب گنج ضلع علي گدھ کي لائبریري میں ذیل کے نسخے موجود ھیں : (۱) تحفۃ الصغر (۲) دیباچہ غرۃ الکمال (۳) دیوان نہایت الکمال (۴) دیوان قصاید (۵) مجموعہ غزلیات دواوین (۶) خمسہ خسروي (۷) نہ سپہر (۸) عشیقہ (۹) قران السعدین *

---

۷ — انتظام نقل

علي گدھ میں جس قدر نسخے بہم پہونچ سکے ان میں سے سب کي ایک ایک نقل اس غرض سے کرالي گئي ھی کہ اُس ایک نقل کا مختلف مقامي اور غیر مقامي نسخوں سے مقابلہ ھوکر اُس کي صحت ھوسکے - اس کام کے لیئے دو خوشنویس (جو میرے دفتر کي نگراني میں پورا وقت نقل کے کام پر صرف کرتے رھے) مقرر کیئے گئے تھے - معاوضہ مشاھرہ کي صورت میں بھي دیا گیا اور في جزو مقررہ شرح اجرت بھي ادا کي گئي - دونوں صورتوں میں معاوضہ کے شرح کم سے کم ایک روپیہ اور زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ روپیہ في جزو ھوتي ھی *

جو کتابیں کتب خانہ رام پور سے مستعار عنایت ھوئیں اُن کي نقل کا انتظام رام پور ھي میں کرنا پڑا - ایک فارسي داں خوشنویس میرٹھ

سے رام پور بھیجے گئے اور تین مقامی خوشنویسوں کو کتابت کے لیئے مامور کیا گیا۔ یہہ تینوں حضرات اُن نسخوں کی نقلیں کر رہے ہیں جو علی گڈھ نہیں پہونچ سکے - نیز چونکہ مجموعۂ قصاید و مجموعۂ غزلیات و رباعیات کا رام پور کی کتابوں میں وافر ذخیرہ ہی، لہذا مناسب سمجھا گیا کہ ایک بار ان سب کی نقل حاصل کرلی جاوے تاکہ صدر مقام میں مشترک حصے حذف ہوکر غیر مشترک منتخب ہوسکیں - یہاں سے فارغ ہونے کے بعد قصد ہی کہ انشاءالله تعالی ہندوستان کے دوسرے کتب خانوں میں اپنے کاتب بھیجکر اُن نسخوں کی نقلیں حاصل کرلی جائیں جن کی پیشتر نقل حاصل نہوچکی ہو *

ستمبر سنہ ۱۹۱۵ ع میں میں نے اس صوبہ کی لوکل گورنمنٹ کو مراسلہ بھیجکر عرض کیا ہی کہ ہم کو کلیات امیر خسرو رح کی نہایت صحت کے ساتھہ ترتیب و اشاعت مقصود ہی- ہندوستان میں جو نسخے ملتے ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف پائے جاتے ہیں - لہذا بنظر صحت یہہ استدعا ہی کہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ سے یا تو مندرجہ ذیل کتب براے چندے مستعار منگادی جائیں، ورنہ فوٹو گرافی نقلیں ان کی بہم پہونچادی جائیں:—

(۱) دیوان امیر خسرو (۲) کلیات امیر خسرو (۳) غزلیات امیر خسرو (۴) مفتاح الفتوح - میں نے گورنمنٹ سے یہہ بھی استدعا کی ہی کہ ڈاکٹر اسپرنگر کی وہ فہرست بھی کسی طرح بہم پہونچائی جاوے جس میں تصانیف خسروی کے ۹۹ نسخوں کی تفصیل درج ہی —— اگر گورنمنٹ کی توجہ سے یہہ نقول اور فہرست میسر ہوگئیں تو نسخوں کی تصحیح اور باقی کتابوں کی تلاش میں بہت سہولت ہوجائیگی *

یورپ کی لائبریریوں میں سے کسی میں اب تک کسی ایسے
نسخہ کا پتہ نہیں چلا جس کا ما بعد تحقیقات سے ہندوستان کی کسی
نہ کسی لائبریری میں سراغ نہ لگایا گیا ہو - لیکن اگر آیندہ کسی
نئی تصنیف کا پتہ چلا تو فوٹو کے ذریعہ سے اُن کی نقل حاصل کی
جائیگی جس کا معاوضہ بہت گراں نہیں ہوتا *

---

۸ — انتظام مقابلہ تصحیح و تنقیح

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم کام مقابلہ خصوصاً تصحیح کا
کام ہی - فارسی کا مذاق ملک سے مفقود ہوچکا ہی جو اہل کمال
اس علم کے ماہر تھے وہ رفتہ رفتہ سب دنیا سے رخصت ہوگئے - چونکہ
حالات موجودہ کے ماتحت علم فارسی کی ملک میں ضرورت اور مانگ
نہیں رہی اس لیئے علوم فارسی کی طرف سے اہل ملک کی توجہ ہٹ
گئی - خواجہ عزیزالدین صاحب عزیز لکھنوی مرحوم سے (جو اس دور
آخر کے مستند فارسی اساتذہ میں سے تھے) میں نے اُن کے زمانہ
حیات میں استدعا کی تھی کہ تصحیح کے کام میں کچھ امداد
فرمائیں - مگر جناب مرحوم نے ضعف و علالت کا عذر فرماکر لکھا تھا کہ
اگر کوئی نسخہ میرے پاس بھیجدیا جائیگا تو میں اُس کی صحت کی
حتی الوسع کوشش کرونگا - مگر قبل اس کے کہ جناب موصوف کے
اس وعدہ سے استفادہ ہوسکے اُنہوں نے رحلت فرمائی انا للہ و انا الیہ
راجعون - مولانا حالی مرحوم سے بھی میں نے یہی تحریک کی
تھی مگر وہ بھی طویل علالت کے بعد راہی جنت ہوئے — مولانا شبلی
مرحوم سے تصحیح کے کام میں مدد ملنے کی بہت زیادہ اُمید تھی -
مگر اجل نے اُن کو بھی مہلت نہ دی - جو لوگ باقی ہیں و

بھي پا بركاب هيں - اور پيرانه سالي سے معذور هيں - چنانچه مولوي عبد الغني صاحب "غني" جو اس وقت خاص علي گڈه ميں قيام پذير هيں اور فارسي لٹريچر کے ماهر کامل هيں مگر ضعف و علالت کي وجه سے اب هر دماغي کام سے معذور هيں — بايں همه اسباب مخالف ميں نے کافي غور و فکر اور تلاش کے بعد مقابله و تصحيح کا کام ايسے حضرات کے سپرد کيا هي جو ميرے علم و يقين ميں اس کام کي پوري اهليت رکھتے هيں - ان سب ميں مقدم مولوي حبيب الرحمن خاں صاحب شرواني رئيس بھيکم پور هيں جن کي نادر لائبريري کا ذکر گذر چکا هي - آپ علوم ديني کے علاوه عربي اور فارسي کے نهايت بلند پايه محقق * نقاد اور فاضل اديب هيں — آپ کي تاريخي معلومات غير معمولي * مطالعه بهت وسيع اور راے نهايت صائب هي — اگر کار و بار رياست حائل مشاغل علميه نه هوتے اور آپ اپنے کمال علمي کے پرده داري پر اس قدر مصر نه هوتے؛ تو يقيناً آپ کا شمار بجائے روساے ضلع علي گڈه کے طبقه مشاهير علما و فضلا ميں هوتا - ميري استدعا پر آپ نے نهايت مهرباني سے بعض نسخوں کي تصحيح و تنقيد کا کام اپنے ذمه ليا هي *

دوسرے مولوي رشيد احمد صاحب "سالم" مولوي فاضل مدرسة العلوم علي گڈه کے پروفيسر فارسي هيں — آپ اعلى فارسي قابليت کے ساتھ عربي کے بهت اچھے اديب هيں — فارسي شاعري کا ذوق صحيح رکھتے هيں - فارسي علم ادب کي تاريخ اور اس کي درجه بدرجه تبديليوں سے بخوبي واقف هيں — اور مختلف طبقوں کے شعرا کے کلام پر آپ کي نظر هي — علي گڈه کالج کے ايم اے کے وه طلبه جو فارسي زبان اختيار کرتے هيں مولوي صاحب کے فيض تعليم سے خاطر خواه مستفيض هوتے هيں *

تیسرے مولوي محمد اسلم صاحب جیراجپوري هیں جو اپني تصانیف کي وجه سے غالباً کسي تعارف کے محتاج نهیں — آپ بھي مدرسة العلوم علي گڈه کے زمرہ اساتذہ میں سے هیں - فارسي کے بهت بلند پایهٔ عالم هیں اور آپ کا مطالعه نهایت وسیع هی *

چوتھے خان صاحب مولوي محمد اسمعیل صاحب رئیس میرٹھه و پنشنر هیڈ مولوي هیں جن کي مقبول عام تصانیف سرکاري مدارس کے نصاب میں داخل هیں — آپ علم فارسي کے ماهر هونے کے علاوہ فن تعلیم میں بھي غیر معمولي دستگاہ رکھتے هیں — آپ کا اُردو کلام نظم و نثر قبول عام کا رتبه حاصل کیئے هوئے هی — آپ اس دور کي زندہ یادگار هیں — اپنے معاصرین میں مذاق فارسي کے لحاظ سے همیشه ممتاز سمجھے گئے هیں — آپ کي ذکي و فهیم طبیعت میں نکته سنجي اور تنقید کا ملکه بڑھا هوا هی *

پانچویں مولوي احمد حسن صاحب "شوکت" میرٹھي هیں جو مجدد السنهٔ مشرقیه کے لقب سے مشهور هیں اور جن کي فارسي زبان میں مهارت شهرت عام حاصل کرچکي هی اور جو کسي تعارف کي محتاج نهیں *

چھٹے مولوي ابو الحسن صاحب " جوهر " ساکن میرٹھه هیں جو فارسي کے بهت قابل اساتذہ میں سے هیں اور مدت العمر آپ کا شغل کتب فارسي کي درس و تدریس رها هی — بمبئی میں عرصه تک ایرانیوں کي صحبت میں رهنے کا آپ کو اتفاق هوا هی اور بمبئي کے ایک مشهور کتب خانه کي فارسي کتابوں کي صحت کا کام بھي آپ نے انجام دیا هی *

ساتویں مولوي سعید احمد صاحب هیں جو عربي فارسي کے عالم

کي شرحيں اور مشکل مقامات کے حل مولوي صاحب کے تاليف کيئے ہوئے طلبا ميں مقبول هيں -- اس سلسله ميں فارسي شعرا اور مصنفين کے کلام پر غور کرنے کا آپ کو بہت موقعه ملتا رها هے *

ان حضرات کے علاوه خوش قسمتي سے همارے مدرسة العلوم علي گڈه کے پروفيسر دينيات جناب مولانا سيد سليمان اشرف صاحب نے بهي ميري استدعا پر کچهه وقت تصانيف خسروي ميں سے بعض نسخوں کي تصحيح و تنقيد پر صرف کرنے کا وعده فرمايا هے آپ کا مذاق فارسي اور علم و فضل ميري تعريف سے بالاتر هے — نيز ميرے مخلص دوست مولوي شيخ بشير الدين صاحب رئيس ميرٹهه (جو علوم فارسي سے بہت اچهي طرح واقف هيں) نه صرف اپني لائبريري سے نقل و مقابله کے ليئے مختلف نسخے مستعار ديتے رهے هيں ' بلکه مقابله و تصحيح کے کام ميں بهي اپنا بہت سا وقت عزيز صرف فرماتے رهے هيں -- مولانا احمد حسن صاحب " شوکت " ميرٹهي کي خدمت ميں کتابيں بغرض مقابله تصحيح آپ هي کي معرفت جاتي رهي هيں اور بعد مقابله و تصحيح کے بنظر احتياط آپ بهي ان کتابوں پر هميشه نظر ثاني کرتے رهے هيں اور اپنے مفيد مشوروں سے مجهے ممنون فرماتے رهے هيں *

غرض تصحيح کے کام کے ليئے مذکوره بالا نورتن ميں نے بہت کد و کاوش سے جمع کيئے هيں اور ميں اس سے بہتر انتخاب نہيں کرسکتا تها - اور مجهکو پورا اطمينان هے که جو نسخے ان حضرات کي نظر سے گذر جائيں گے وه بالکل صحيح هوں گے -- عمل يهه هے که جن جن کتابوں کي نقليں هوچکي هيں وه فرداً فرداً يکے بعد ديگرے ان حضرات کي خدمت ميں پہونچادي جاتي هيں اور نقل کے ساتهه اصل اور اس کتاب کے جس قدر زايد نسخے هوتے هيں وه بهي ساتهه بهيجديئے جاتے

هیں — قرار داد یهه هی که اول ایک هي کتاب کا اس کے دوسرے نسخوں سے مقابلہ هو اور مختلف نسخوں میں جہاں قرأت کا اختلاف هو وہ حاشیہ پر ظاهر کردیا جاوے اور نقل میں جو الفاظ یا عبارت کسي وجه سے رہ گئي هو اُن کو دوسرے نسخوں کي مدد سے پورا کردیا جاوے – غیر مانوس اور غریب الفاظ کے معني حاشیہ پر درج کردیئے جائیں – پھر ایک نقادانه نظر هر نسخه پر ڈالي جاوے اور اُس کا خلاصه مضمون اُس کي نمایاں خصوصیات اور اُس کے محاسن و معائب (اگر کچھه هوں) ایک تبصرہ کي صورت میں قلمبند کردیئے جائیں *

جن کتابوں کا صرف ایک ایک هي نسخه ملا هی اُن کا مقابله دوسرے کتب خانه کے نسخوں سے کرایا جائے گا *

---

9 — ترتیب

خمسه کي ترتیب میں بادي النظر میں کوئي دشواري نہیں هی – اسیطرح دوسرے مستقل مثنویوں (مثلاً قران السعدین ، دقیقه ، نه سپهر وغیرہ کي ترتیب میں کسي دشواري کا اندیشه نہیں هی – مگر رام پور کے کتب خانه کے نسخوں کے مطالعه سے یهه معلوم هوتا هی که دواوین کي ترتیب و تقسیم پورے طور پر معین و مشخص نہیں هی – مثلاً غرۃالکمال کے ایک نسخه میں بہت سی ایسي غزلیں شامل هیں جو دیوان وسط الحیوۃ میں بھی موجود هیں — اسي طرح پانچوں دیوانوں میں بعض مشترک غزلوں کا وجود پایا گیا هی – پھر مجموعه غزلیات میں بیشمار غزلیں غیر مشترک ملتي هیں جن کے نسبت ابھي یهه نہیں کہا جا سکتا که یهه پانچوں

دیوانوں سے جدا ہیں یا اگر کسی دیوان کا جزو ہیں تو کس دیوان کا ؟

یہی حال مجموعہ ہاے قصاید و مثنویات کا ہی - جن کی بابت اب تک یہہ تحقیق نہیں ہوسکا کہ ان میں سے کون کون سے قصائد و مثنویات مستقل جداگانہ تصانیف ہیں اور کون کون سے دواوین خسرو کا جزو ہیں -- لہذا یہہ سب مواد اول ایک جگہ جمع ہوکر پھر بلحاظ نوعیت اور پایۂ کلام یا اندرونی شہادات کے اُس کی تقسیم و ترتیب عمل میں آئیگی - پیش نظر مقصد یہہ ہی کہ جس قدر نسخے طبع ہوں وہ سب صحیح ہوں اور اُن کی مقدار و ترتیب حتی المقدور خود حضرت مصنف رحمۃ اللہ کے اصلی نسخوں کے مطابق ہو *

---

۱۰ — انتظام طبع

یہہ امر مناسب معلوم ہوتا ہی کہ پبلک کو متوجہ کرنے کی غرض سے کلیات کا آغاز ایک مقدمہ سے ہو جس میں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ کے مختصر سوانح عمری درج ہوں ، آپ کے کلام پر مختصر ریویو کیا جائے اور اُس کے مخصوص محاسن اور خوبیاں اس طرح نمایاں کی جائیں کہ وہ اصل تصنیفات کے مطالعہ کی ترغیب و تشویق کا باعث ہوسکیں - چنانچہ مولوی محمد اسمعیل صاحب رئیس میرٹھہ نے مطلوبہ مقدمہ تحریر کرنے کا وعدہ فرما لیا ہی - متعدد انگریزی ، فارسی اور اُردو تذکرے جناب موصوف کی خدمت میں پہونچادیئے گئے ہیں تاکہ آپ اُن میں سے حسب ضرورت مواد اخذ کرلیں --- اُس کے بعد جو جو نسخہ طبع ہوگا اُس

کے شروع میں اُس پر تبصرہ ہوگا جس میں اُس خاص نسخہ کے مضامین کا خلاصہ اور اُن مضامین پر تنقید ہوگی *

جن نو (۹) حضرات کا ذکر اوپر ہوچکا ہی اُن میں سے ہر صاحب حصہ رسدی ایک ایک نسخہ پر تبصرہ لکھینگے چنانچہ مولوی محمد اسمعیل صاحب قران السعدین پر ایک مبسوط ریویو تحریر فرماچکے ہیں — مولانا رشید احمد صاحب بحیثیت چیف ایڈیٹر کے ان تمام تبصروں کو ملاحظہ کریں گے تاکہ تنقید کا پیمانہ یکساں قایم رہے — یہہ امر زیر بحث آیا تہا کہ کلیات لیتہو میں چھاپی جاوے یا ٹائپ میں — اہل یورپ تو یقیناً ٹائپ کے قدرداں ہیں اور اہتمام طبع و صحت میں بھی سہولیت ٹائپ ہی کے چھاپہ میں ہی — مگر اس وقت باہمی مشورہ سے یہی طے ہوا ہی کہ کلیات کا پہلا ایڈیشن ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع کے دبیز چکنے کاغذ پر نہایت آب و تاب کے ساتھہ لیتہو میں طبع کیا جاوے — جس کے لیئے خود مدرسۃ العلوم علی گدہ کے مطبع (انسٹیٹیوٹ پریس) میں خاص انتظام کیا گیا ہی — اس سے بڑا نفع یہہ پیش نظر ہی کہ کاپیاں اور پروف وقت پر دیکھنے میں سہولت ہو اور کام تیزی سے چلتا رہے *

یہہ معاملہ بھی تصفیہ طلب تہا کہ کونسا کلام اس وقت طبع ہو اور کونسا سردست ملتوی رکہا جاسکتا ہی بعض ہمدرد حضرات نے مشورہ دیا تہا کہ جو تصنیفات مطبوعہ ہیں اور ہر جگہ ملتی ہیں اُن کے اعادہ طبع سے کچھہ فائدہ نہیں — مثلاً اعجاز خسروی اُس کا موضوع صرف صناعات و تکلفات لفظی کا بیان ہی، اُس کے اعادہ طبع سے کیا فائدہ — بعض مثنویات و قصاید بھی طبع شدہ ہیں — لہذا غیر مطبوع یا صرف تاریخی تصنیفات کے طبع و نشر پر

قناعت کي جائے تو مزید تر ہوگا — لیکن نواب عمادالملک بہادر کي یہہ رائے ہوئي (جس سے مجھے بھي کلي اتفاق ہی) کہ جس قدر کلام طبع ہوا ہی اُس کي صحت کا کافي اہتمام نہیں کیا گیا — لہذا مطبوعہ نسخے عموماً غلط چھپے ہیں - اس لیئے کل کلام صحیح ہوکر طبع ہونا چاہیئے — چنانچہ یہي فیصلہ آخري ہی *

نسخہ نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث تمام مراحل مقابلہ و تصحیح طے کرکے معہ تبصرہ کے مطبع میں پہنچ چکا ہی اور کاپیاں تیار ہیں - انشاء اللہ تعالیٰ یہہ نسخہ عنقریب طبع ہوکر ہدیہ شائقین ہوگا — اسي طرح مثنوي خسرو شیریں بعد طی مراحل مطبع میں پہنچ چکي ہی اور کاپیاں لکھي جارہي ہیں — خمسہ کي باقي چار مثنویاں زیر تصحیح ہیں اور عنقریب مطبع میں پہنچا چاہتي ہیں - اس کے بعد دواوین کا سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ شروع ہوگا *

اب میں ذیل میں مختصر طور پر اُن تصانیف کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس وقت تک بہم پہنچ چکي ہیں اور جن کي تصحیح اور اشاعت کا انتظام درپیش ہی *

١ — خمسۂ خسروي : — یہہ خمسہ پانچ مثنویوں پر مشتمل ہی: (١) مطلع الانوار (٢) شیریں خسرو (٣) مجنوں لیلیٰ (۴) آئینہ سکندري (۵) ہشت بہشت *

یہہ خمسہ جو "پنج گنج" کے نام سے بھی مشہور ہی حضرت امیر خسرو نے خمسہ نظامی کے جواب میں لکھا ہی - مولانا نظامی رح کی مثنوي مخزن الاسرار کے جواب میں مطلع الانوار لکھي گئی -

خسرو شیریں کے جواب میں شیریں خسرو - لیلی مجنوں کے جواب میں مجنوں لیلی - سکندر نامہ کے جواب میں آئینہ سکندری - اور اور هفت پیکر کے مقابل هشت بہشت تصنیف هوئي جس میں بہرام گور کا قصہ مذکور هی *

یہہ خمسہ حضرت امیر نے تین سال میں تمام کیا تھا - چنانچہ آپ فرماتے هیں *

کہ ازاں نقد قیمتي بہ سہ سال

کردم ایں پنج گنج مالا مال

مصنف علیہ الرحمة نے خمسہ کی ترتیب کو خودهي اس طرح بیان فرمادیا هی *

دادي اول بہ گنبد دوار * روشنائي زمطلع الانوار

کردي آنگاہ بانشاط تمام * شهد شیریں و خسرو اندرجام

بازدر عالم خرد مندي * شور مجنوں و لیلی افگندي

پس زبان پر درري کردي * شرح راز سکندري کردي

ویں زماں کز جواهر انجم * مي نگاري صحیفۂ پنجم

گوییم افسانهائے طبع فزائے * از لب لعبت فسانہ سرائے

هر یکے را بهشت نام کنم * حور و کوثر دراں تمام کنم

هفت باشد بہشت وکوثر هفت * هشتم آں کاندرو بود هر هفت

پس نویسم بکلک مشک سرشت * نام ایں هشت خانہ هشت بہشت

خمسہ نظامي و خمسہ خسروي کے اشعار کي تعداد کا مقابلہ کرتے هوئے دولت شاہ سمرقندي نے اپنے تذکرہ میں لکھا هی کہ نظامي کے خمسہ میں ۲۸ هزار اشعار هیں مگر خمسہ خسروي میں ۱۸ هزار هیں حضرت امیرخسرو نے خمسہ کي هر هر مثنوي کے اشعار کي تعداد خود ظاهر فرمادي هی -

چنانچہ مطلع الانوار کي نسبت آپ نے لکھا ھی *

۳۳۱۰
در همه بیت آوري اندر شمار * سیصدو ده برشمر و سه هزار

از اثر اختر گردون خرام * شد بدو هفت این مه کامل تمام

سال که از چرخ کهن گشت بود * از پس ششصد نود و هشت بود
سنه ۶۹۸

شیرین خسرو کي بابت آپ فرماتے هیں :

ز آغاز رجب فرخ شد این فال * زهجرت ششصد و پنج و نود سال
۶۹۵ هجري

اگر پرسي که بیتش واحدچیست * چهارالف وچهارست وصدوبیست
۴۱۲۴

اشعار مذکورۂ بالا سے شیرین خسرو کي تصنیف سنه ۶۹۵ هجري میں هونا پایا جاتا هی — مگر چونکه حضرت امیر نے ذیل کے اشعار میں یهه ظاهر کیا هی که مثنوي شیرین خسرو مطلع الانوار کے بعد لکھي گئي اور مطلع الانوار سنه ۶۹۸ هجري میں تصنیف هوئي اس لیئے بعض تذکره نویسوں کي یهه رائے هی که شیرین خسرو بھي ۶۹۸ هجري کي تصنیف هی *

نخست از پرده این صبح نشورم * نمود از مطلع الانوار نورم

پس از کلکم چکید این شربت نو * که نامش کرده ام شیرین و خسرو

مجنوں لیلی کی بابتہ لکھا هی :

۲۶۶۰
بیتش به شمار راستي هست * جمله دو هزار و ششصد و شصت

تاریخ زهجرت آنچه بگذشت * سالش نود است و ششصد و هشت
سنه ۶۹۸ ع

ائینه سکندري کی بابتہ تحریر فرمایا هی :

۳۲۵۰

گر آری همه بیتش اندر عدد * چهار الف پنجه شد و چارصد

دربن‌دم که پایان این پیکر است * زتاریخ هفصد یکے کمتر است

سنه ۶۹۹ هجری

هشت بہشت کے بارہ میں لکھا ھی کہ :

۳۳۵۲

همه بیتش بگاه عرض و شمار * سه صد و پنجه و دو و سه هزار

سال هجرت یکے و هفصد بود * کین بنا برد سر بچرخ کبود

۷۰۱ هجری

اس طرح تمام خمسہ کے اشعار کی تعداد جمع کرنے سے کل ۱۷۸۹۹ اشعار ہو جاتے ھیں *

خمسہ خسروی کی پانچویں مثنوی کا نام "هشت بہشت" ھی - ادریس بن حسام‌الدین نے سلاطین عثمانیہ (ترکی) کی ایک تاریخ سلطان مراد ثانی کے عہد تک لکھی ھی - اُس کا نام بھی "هشت بہشت" ھی - مگر وہ حضرت امیر خسرو کی مثنوی سے بالکل جدا کتاب ھی *

بعض سخنوروں نے خمسہ خسروی کو خمسہ نظامی پر ترجیح دی ھی - خود حضرت امیر خسرو کو بھی اپنی اس تصنیف پر ناز تھا - چنانچہ خمسہ کی تکمیل پر آپ نے فخریہ فرمایا ھی :

دبدبۂ خسرویم شد بلند * زلزلہ در گور نظامی فگند

حضرت امیر نے خود تحریر فرمایا ھی کہ خمسہ خسروی بغرض اصلاح و نظر ثانی قاضی شہاب الدین صاحب کے ملاحظہ سے بھی گذر چکا ھی جو اپنے عہد کے نہایت باکمال فاضل تھے *

۲ ــــ مثنوی قران السعدین:ــــ یہہ مثنوی حضرت امیرخسرو کی ایک تاریخی تصنیف ھی جس میں شاہ دھلی سلطان معزالدین

کیقباد کي اپنے پدر ناصرالدین بغرا خاں والي بنگال کي ملاقات کا تذکرہ هی جو اودھ میں دریاے گھاگرہ کے ساحل پر سنه ۶۸۸ هجري (مطابق سنه ۱۲۸۹ عیسوي) میں هوئي تھي – چونکه اس مثنوي میں شهر دهلي اور اس کي بعض عمارات کي تعریف بھي لکھي هی ' اس لیئے اس مثنوي کا نام " مثنوي در تعریف دهلي " بھي هی – اشعار ذیل اس مثنوي کے زیب عنوان هیں :–

شکر گویم که بتوفیق خداوند جهاں
بر سر نامه زتوحید نوشتم عنوان
نام این نامهٔ والا ست قران السعدین
کز بلندیش بسعدین سپهر است قران

حضرت امیر نے لکھا هی که یهه مثنوي میں نے اپني عمر کے چھتیسویں سال میں لکھي تھي اور اس کے لکھنے میں تین ماہ صرف هوئے تھے – ماہ رمضان سنه ۶۸۸ هجري مطابق سنه ۱۲۸۹ع میں یهه مثنوي ختم هوئي اس میں ۳۹۴۴ اشعار هیں *

ور ز عمل باز نشائي شمار * نه صد و چار وچهل و سه هزار

ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا هی که اس مثنوي کي تین شرحیں لکھي جاچکي هیں – پهلي شرح سنه ۱۰۱۴ هجري میں مولانا نور الحق صاحب نے لکھي – دوسري شرح عبد الرسول قاسم صاحب سے منسوب هی – تیسري شرح کے مولف کے نام کا پته نهیں چلا *

۳ — مثنوي عشیقه یا عشقیه :— اس کا نام مثنوي خضر خاني و دولراني بھي هی – اس مثنوي میں سلطان علاءالدین محمد شاه خلجي کے بیٹے شاهزادہ خضر خاں اور راجه کرن والي گجرات کي

دختر دیول راني کي محبت کا تاریخي قصه مذکور هی - یهه مثنوي چار ماه میں لکهي گئي اور ماه ذیقعده سنه ۷۱۵ هجري مطابق سنه ۱۳۱۵ ع میں ختم هوئي - اس مثنوي میں اول ۴۲۰۰ اشعار تهے *

چو بر بالا کشد ایں پرده را کس

چهار الف است و دو یست ایں قدر بس

مگر حضرت امیر نے لکها هی که شاهزاده خضر خاں کي رحلت کے بعد ۳۱۹ اشعار کا اس میں میں نے اور اضافه کردیا اور اس طرح اس مثنوي کے کل اشعار کي تعداد ۴۵۱۹ هوگئي — یهه مثنوي سلطان علاء الدین خلجي کے نام سے معنون هی — حضرت امیر خسرو نے اس مثنوي کي وجه تالیف یهه بیان کي هی که آپ ایک روز شاهزاده خضر خاں کي ملاقات کے لیئے تشریف لے گئے تهے - اثناے ملاقات میں شاهزاده نے فرمایش کي که میں نے دیول راني کے ساتهه اپني محبت کے واقعات خود قلمبند کیئے هیں ، آپ اُن کو نظم کردیجئے - چنانچه جس وقت شاهزاده نے اپنا مسوده حضرت امیر کے سپرد کیا تو آپ فرماتے هیں که اُس کو پڑهکر میں اشکبار هوگیا - اور میں نے اُسے نظم کرنے کا وعده کرلیا - اس مسوده میں هندي الفاظ کثرت سے استعمال هورهے تهے - لهذا اُسے دیکهکر حضرت امیر خسرو کو سب سے پهلے یهه فکر هوئي که ریشم میں گزي کا پیوند کیونکر لگے گا - لیکن پهر خود هي فرماتے هیں که کافي غور کے بعد مجهے معلوم هوا که " هندي زبان کسي طرح فارسي زبان سے کم درجه کي نهیں هی - هندي زبان کا عربي زبان سے تو مقابله نهیں هوسکتا کیونکه عربي تو ام السنه هی - مگر فارسي سے هندي کسي طرح کم نهیں هی عربي خالص زبان هی جس میں غیر زبان مخلوط نهیں هوسکتي - مگر فارسي کا

لطف بغیر عربي کي چاشني کے نہیں آتا – بہ لحاظ قواعد صرف و نحو و بہ لحاظ فصاحت و بلاغت هندي زبان میں کوئي نقص نہیں هی – جو شخص عربي و فارسی اور هندي تینوں زبانوں سے واقف هو وہ اس قول کی صداقت کو تسلیم کرسکتا هی'' –

اسی سلسلہ میں آپ فرماتے هیں کہ '' اگر میں عقل و انصاف سے هندي زبان کے اوصاف بیان کروں تو ناظرین معترض هونگے – اور اگر میں اپنے قول کی تائید میں قسم کهاؤں تو نہیں معلوم کہ اُس کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں – اس میں شک نہیں کہ میرا علم هندي زبان کا بمقابلہ سمندر کے قطرہ کا حکم رکهتا هی – مگر واقعہ یہہ هی کہ جس شخص نے هندوستان اور دریاے گنگ کو نہ دیکها هو وهی دریاے نیل اور دجلہ پر فخر کرسکتا هی – اور جس نے صرف ملک چین کا بلبل دیکها هو وہ هندوستان کي طوطي کي قدر کیا پہچان سکتا هی – جو خراساني هر هندوستاني کو احمق سمجهتا تها وہ غالباً اس ملک کے پان کو گهاس سمجهتا هوگا – میرے اس قول کو وهی منصف طبع لوگ باور کرینگے جنهوں نے مختلف ممالک میں سیاحت کي هی اور غور و غوض کے ساتهہ اُن ممالک کے حالات کا مشاهدہ کیا هی — لیکن جو شخص عصبیت سے کام لیگا وہ البتہ غیر ملکي انجیروں کو هندوستان کے آموں پر ترجیح دیگا — مگر هندوستان نہ صرف ایک وسیع ترین ملک هی بلکہ جنت نشان هی، کیونکہ اگر اس ملک کو جنت سے کوئي بهي مناسبت نہوتي تو حضرت آدم اور طاؤس اس ملک کي زینت کا باعث نہوتے'' *

۴ — مثنوي مفتاح الفتوح یا فتح الفتوح یا فتحنامہ: —

اس میں جلال الدین فیروزشاہ خلجي کے ابتدائي فتوحات کا تاریخي بیان هی

جو سنه ٦٨٩ هجري مطابق (١٠٩٠) سنه ١٢٩ ع میں تخت نشین
هوا تها — یهه مثنوي دیوان غرة الکمال کا جزو هی — اور پرانے
نسخوں میں اسي دیوان کے شامل پائي جاتي هی — اس مثنوي
کے عنوان میں یهه شعر درج هی :

سخن بر نام شاهے کردم آغاز * که بر شاهاں در دولت کند باز

٥ — **مثنوي فرس الفرس** بهي دیوان غرة الکمال کا جزو هی —
جس کا ابتدائي مصرعه هی : فرس الفرس خطاب شد این اسپ نامه را

٦ — **اسي طرح غرة الکمال** کي مثنویات میں سے ایک
مثنوي کا نام قصه باز نامه هی جو اس مصرعه سے شروع هوتي هی

" این قصه باز نامهٔ من داں نه بهر این" *

٧ — اسي دیوان غرة الکمال کي ایک مثنوي شاهنامه
فردوسي کے وزن پر هی *

ولایت ستانا و خصم افگنا * به لشکر کشي همچومه روشنا

اس دیوان کي رباعیات کا عنوان هی : المتفرقات فی المدیح
والاوصاف یعني صفت گرز ، صفت تیغ و صفت بخشش وغیرہ *

٨ — **مثنوي نه سپهر** — یهه ایک مستقل علحدہ مثنوي هی
اور حضرت امیر خسرو کي عمر کے آخري حصه کي تصنیف هی ۔ اس کے
عنوان میں یهه شعر درج هی :

اول نگر نگارش توحید کردگار * کین نه سپهر گشت بفرمانش آشکار

یهه مثنوي سنه ٧١٨ هجري میں لکهي گئي جب که آپ کي
عمر ٦٥ سال کي تهي — چنانچه آپ فرماتے هیں که

ور نشاندہ کنم این نقش و نگار * سال بر هفصد وهژدہ شمار

اس مثنوي میں ٤٥٠٩ اشعار هیں اور اس میں قطب الدین

مبارک شاہ خلجي کے (جس کي وفات سنه ۷۲۱ هجري مطابق سنه ۱۳۲۱ ع میں هوئي) دربار اور اُس کے عهد کے بعض واقعات کا ذکر هی — تیسري سپهر میں حضرت امیر خسرو نے اپنے هندي نژاد هونے کا ذکر کرکے هندوستان کے مختلف حصص کی زبانوں کا دلچسپ تذکرہ کرتے هوئے یهه واقعه بیان کیا هی که هر ملک میں اُس ملک کے فاتحوں کی زبان رفته رفته خواص و عوام میں مروج هوجاتي هی اور اُس ملک کي زبان مشترکه بن جاتي هی — آپ نے اپنے عهد کے مروجه زبانوں کے نسبت لکها هی که هر هر صوبه کي زبان علحدہ علحدہ هی جس میں سے ایک کو دوسرے سے کوئي مناسبت نهیں - مثلاً سندهي ، لاهوري ، کشمیري ، تلنگي ، گجراتي ملاباري ، گوڑ ، بنگالي ، اودهي ، دهلوي — اس فهرست سے سراغ لگتا هی که اُس زمانه میں اُردو زبان کي داغ بیل پڑچکي تهي جو اپني اُس ابتدائي حیثیت میں دهلوي زبان کهي جاتي تهي — اسي سلسله میں حضرت امیر خسرو فرماتے هیں که علاوہ مروجه زبانوں کے هندوستان میں ایک خاص زبان هی جس کو برهمن کام میں لاتے هیں — اس زبان کا نام سنسکرت هی — جس سے عوام بالکل ناواقف هیں اور اگرچه ایک برهمن مرد یهه زبان جانتا هی مگر برهمن عورت اس زبان کا ایک لفظ بهی نهیں سمجهتی — بعض لحاظات سے سنسکرت عربی سے مماثلت رکهتی هی — مثلاً فصاحت قواعد صرف و نحو ، گردان افعال ، حروف کی مختلف ترکیبوں سے بیشمار الفاظ کی ساخت - لکها هی که چاروں وید اسی زبان میں هیں جن کو برهمن پڑهتے هیں اور جن میں دیوتاؤں کی تعریف هی — پهر فرماتے هیں که سنسکرت زبان میں انشا پردازي اور

فصاحت و بلاغت کے معین قواعد موجود هیں اور سوائے عربی زبان کے
اس زبان کا پہلو اور کسی زبان سے نہیں دبتا — بلکه دري زبان
پر اُس کو تفوق حاصل هی— گو دري زبان نہایت شیریں اور سریلی
هی مگر اس لحاظ سے بهی سنسکرت اُس سے کچهه کم نہیں هی —
سنسکرت زبان کی خصوصیات حضرت امیر نے اس تفصیل سے بیان
فرمائی هیں جس سے ثابت هوتا هی که آپ نے اس زبان کی صرف
و نحو اور دیگر فنون میں کافی دستگاه بهم پهونچائی تهی ورنه بغیر
واقفیت تامه کي جناب موصوف دوسري زبانوں سے اس بے تکلفي کے
ساتهه اُس کا مقابله نه فرماسکتے۔ نویں سپهر میں مصنف نے فخریه لہجه میں
اپني همه گیر قادر الکلامي کا اظہار کیا هی که اگرچه کل عجم و ایران
میں دو شاعر شیخ سعدي شیرازي اور حکیم همام تبریزي بہت نامور
گذرے هیں، لیکن میرا پایهٔ سخن اُن دونوں سے بلند هی کیونکه اُن
کے اشعار میں خواه کچهه هي اوصاف هوں مگر وه میري طرح
کثیر الکمالات نه تهے *

۹ — دواوین — حضرت امیر خسرو کے پانچ دیوانوں میں سے
سب سے پہلا دیوان تحفة الصغر هی جس میں آپ کا ۱۶ ویں
سال سے لیکر ۱۹ ویں سال تک کا کلام هی — یهه دیوان سلطان
بلبن کے عهد میں لکها گیا تها — اس دیوان میں قصائد، قطعات،
غزلیات، مثنویات اور رباعیات شامل هیں جن میں زیاده تر سلطان
بلبن، ولیعهد سلطنت شاهزاده خاں شهید اور همعصر امرا
و وزراء کي طرف خطاب هی — ترجیع بندوں میں مصنف نے زیاده
تر اپنے هادي طریقت حضرت محبوب الهي سلطان نظام الدین اولیاء
قدس سره العزیز کي تعریف کي هی — اس دیوان کے ساتهه حضرت

امیر خسرو نے ایک مبسوط دیباچہ شامل فرمایا ھی جس میں آپ تحریر فرماتے ھیں کہ آپ کے بھائی تاج الدین زاھد نے نہایت مشقت کے ساتھہ آپ کے سولھویں سال سے لے کر اُنیسویں سال تک کا کلام جمع کیا اور خود ھی اس کلام کو مرتب کیا — اور ھر ھر نظم کے عنوان پر ایک ایک شعر سرخ روشنائی سے لکھا ھی جو اس وجہ سے " بیت سرخ " کے نام سے مشہور ھیں — ان ابیات سرخ میں صنعت یہہ رکھی گئی ھی کہ ھر عنوان کا شعر اپنی اپنی جگہہ اُس نظم کے خلاصہ مضمون پر حاوی ھی جس کا کہ وہ عنوان ھی — اور عنوان کا مقصد یہی ھوتا ھی — لیکن لطف یہہ ھی کہ اگر ان تمام ابیات سرخ کو ایک جگہہ جمع کرایا جائے تو وہ سب ابیات مکرر بجائے خود ایک مستقل جدا نظم بن جاتی ھی جس کا مضمون مسلسل ھوتا ھی — عنوان کے اشعار کا یہہ التزام سوائے دیوان نہایت الکمال کے حضرت امیر خسرو کے باقی چاروں دیوانوں میں بھی پایا جاتا ھی — چاروں دیوانوں میں عنوان کے ابیات کو باعتبار بحر اور باعتبار ردیف و قافیہ کے مختلف رکھا ھی تاکہ ایک دیوان کے ابیات دوسرے دیوانوں کے ابیات میں مخلوط نہ ھوسکیں — اس دیوان کے قصائد کا مندرجہ ذیل رباعی سے آغاز ھوتا ھی :—

لوحے کہ بر صحیفہ گردوں مصور است
توقیع آں بنام خداوند اکبر است
شد تحفۃ الصغر چو خطاب ایں سواد را
از ذکر ذوالجلال سوادے منور است

۱۰ — آپ کا دوسرا دیوان وسط الحیوۃ ھی جس میں چوبیسویں سال سے ۳۲ ویں سال تک کا کلام شامل ھی — اس دیوان قصائد

ترکیب بند ، غزلیات اور قطعات کا مجموعہ ہی جن میں زیادہ تر حضرت امیر نے اپنے پیر حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کے مناقب لکھے ہیں — نیز شہزادہ خاں شہید (جو اس وقت پنجاب و ملتان کا گورنر تھا) اور سلطان معز الدین کیقباد اور دیگر امراء دربار کی ثناء و صفت بیان کی ہی — اس دیوان کے دیباچہ میں حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں " در دیباچہ تحفۃالصغر ذکر کردہ شدہ است کہ بر سر ہر شعرے در صفت آن یک بیت نیت افتاد است - ازاں جمعہ ابیات شعرے تمام می خیزد - واین خاص وضع منست کہ درآں کتاب مکتوب است — و بعد ازین در جمعہ ابیات سلسلہ ہم ازاں باب خواہد بود — مقصود اینست کہ چنانکہ در تحفۃ الصغر وضع صفت نو رفتہ است دریں دیوان نیز طریقۂ غریب و خوش آیند آمدہ است کہ پیش ازیں ہیچ مبصرے را در نظر نیامدہ — مگر افضل الدین خاقانی کہ در ترجیعات نگاہ داشت یک قافیہ در ہر خانہ وضعی است اما استاد خاقانی نامہ شعر را در شارع ابیات راہ ندادہ است و ہم در سر شعر آں نام را عنوان گردانید — ولیکن بندہ ایں قدر تصرف زیادہ دارد کہ نامہ شعر را در آخر ہماں شعر در بیتے درج کردہ است تا آں شعر را بداں نام خوانند *

۱۱ — تیسرا دیوان غرۃ الکمال ہی جس میں ۳۴ویں سال سے لے کر ۴۳ ویں سال تک کا کلام جمع ہی اس کے شروع میں مصنف نے ایک طویل دیباچہ میں اپنی سوانح عمری پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہی اور بعض اُن صنائع و بدائع کا ذکر کیا ہے جو خاص آپ کی ایجادات ہیں — ...

اپنے بھائی علاءالدین علی شاہ کی فرمایش پر جمع کیا — اس دیوان میں بھی قصائد و قطعات، ترجیع بند، مثنویات، غزلیات و رباعیات شامل ہیں — قصاید میں حسب معمول حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کی منقبت، سلطان وقت اور امراء دربار کے مدح وثنا ہی — قصاید کے دیکھنے سے یہہ صاف ظاہر ہوتا ہی کہ جس قدر قصاید حمد و نعت منقبت یا مواعظ و حکم میں لکھے گئے ہیں — وہ نہایت پر زور اور شاندار ہیں اور جو قصاید شاہوں یا اہل دربار کی تعریف میں ہیں اُن میں کچھہ زیادہ زور طبیعت صرف نہیں کیا گیا — اکثر شاندار قصیدے قدماء اساتذہ کے جواب میں لکھے گئے ہیں اور ایسے قصاید میں حضرت امیر نے پورا زور طباعی صرف کیا ہی — مثلاً حکیم افضل الدین خاقانی شروانی کے مشہور قصیدہ کے جواب میں آپ نے ایک قصیدہ لکھا ہی جس کے خاتمہ میں خاقانی کی استادی کو تسلیم کرکے اپنی تعلی کا اظہار فرمایا ہی — چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

مرا سبق کمال است آنکه گفت اُستاد خاقانی
دل من پیر تعلیم است و من طفل زباندانش

نه من گفتار دانارا جوابے ساختم لیکن
جوے آوردم وابے که ریزم پیش یکرانش

گر او بود است حسان عجم من جادوے هندم
که دریکدم رسانم باز با پیشینه حسانش

سخن زانگونه گفت استم بلند امروز در دهلی
که از خواب گران بیدار کردستم به شروانش

بشرق و غرب بشنیدند گفتار بلند من
ملاحظه سعد ا — گزنشوند اصحاب و اقرانش

چنیں شعري که سبعیات ازوسبعي است مےشاید

که خواند نائب سبع المثاني روح سحبانش

ز بیم دزد پنہاں کردہ ام گنجے بہر بیتے

خداوندا نگہداري ز نقب دست ایشانش

گر اے حاسد ترا مرگے ست زین آب‌حیات من

خضر داند که با عمر ابد بست است پیمانش

گرفتم شعر خودسحراست — چه‌بود سحر؟ گمراهي

به یزداں کے رسد آں کو بگمراهي ست ادمانش

چه برچینیم ازین خاکے که می بیزم با کسونش

چه بر بندم ازیں بادے که می سنجم باوزانش

اس دیوان کے دیباچه میں آپ نے اپني ایجاد کردہ جن صنایع بدایع کا ذکر کیا هی اُن میں سے بعض کا تذکرہ اس موقع پر دلچسپي سے خالي نہوگا — چنانچه ایک صنعت آپ نے ایجاد کرکے اُس کا نام "حامل و موقوف" رکھا هی جس کا مطلب یہه هی که هر مصرعه اپني مابعد مصرعه کا محتاج رهتا هی مثلاً

درحسن کسے ترا نماند الا * خورشید که صبح بروں آید تا

خدمت کندوپاے تو بوسداما * بیني‌تو بسوے او چو پا بوسد پا

ایک اور صنعت اشتقاق معنوي کي هی — اس میں ایک‌هي صورت کے الفاظ کو مختلف معنوں میں استعمال کیا جاتا هی مثلاً :

اے که‌چوں‌خنگ‌توجولاں درگرفت * گرد گردا گرد گردوں گرد کرد

بسکه خلق از تو بسر مابرد برد * برد برد برد بردا برد برد

چوں‌دودردددردخصمت‌خوردگفت * درد و درد و درد دردا درد درد

ایک اور صنعت" بے کام و زبان" هی جس میں صرف لبوں سے شعر

پڑھا جاتا ھی زبان و تالو سے کام ھي نہیں لیا جاتا - مثلاً :

موئے سرما بوئے ما بویا بہ * بے او مویم مرئے ویم ماوا بہ

مائیم و مہے وآں مہ ما با ما * ما بہ مہ ماو ماہ ما با ما بہ

ایک اورصنعت ھی جس کا نام "ایہام ذوالوجوہ" ھی یعني ایک ایک لفظ متعدد معنوں کا احتمال رکھتا ھی - مثلاً:

بازسر باز تو باسیمرغ سربازي نکند * گرتوا ے شیرگراں سربازداري درشکار

حضرت امیر نے ناظرین کو خود توجہ دلائي ھی کہ اس شعر میں مصرعہ آخر کے چار معنے ھوسکتے ھیں (۱) یعني باز را درشکار داري (۲) یعني اگرچہ اورا باز داري از شکار (۳) یعني کشادہ داري باز را (۴) یعني اگر سر از درشکار داري اور مصرعہ ثاني میں سر باز ملاکر پڑھنے سے دو اور معني پیدا ھوجاتے ھیں یعني سر بازندہ (دلاور) داري باز را اور باز را سرکشادہ داري (جو باز تربیت یافتہ ھوتا ھی وہ سر کشادہ ھوتا ھی اور نئے باز کا سر کلاہ سے ڈھکا رھتاھے)

ایک اور صنعت "ایہام" ھی جس میں ایک ھی شعر ایک ھي صورت میں فارسي اور ھندي دونوں زبانوں میں پڑھا جاسکتا ھی - مثلاً

آئي آئي ھماں بیاري آئي

ماري ماري براہ موري نائي

۱۴ — چوتھا دیوان بقیہ نقیہ ھی جس میں پچاس ویں سال سے لیکر ۶۴ ویں سال تک کا کلام ھی — ذیل کا شعر اس دیوان کے دیباچہ کا عنوان ھی :-

بقیہ ایست نقیہ زفیض طبع من این

کہ چوں طبائع افلاک محکم است ومتیں

اس دیوان میں غزلیات حروف تہجي کے لحاظ سے مرتب ھیں

اور اُن کے عنوان میں یہہ شعر درج هی :

اے زخیال مابرون درتو خیال کے رسد

باصفت تو عقل را لاف کمال کے رسد

۱۳ — پانچواں دیوان نہایت الکمال هی جس میں مصنف کي آخري عمر کا کلام هی اس دیوان کے ساتهه هي ایک مختصر دیباچه هی جس میں حمد و نعت اور حضرت محبوب الهي کي منقبت درج هی — اس دیوان میں بهي مثل دیگر دیوانوں کے مثنویات ، قصاید ، غزلیات ، قطعات ، ترجیع بند اور رباعیات شامل هیں *

۱۴ — ایک نسخه قلمي موسوم به دیوان امیر خسرو میرے اپنے کتب خانه میں موجود تها جس میں بہت سي ایسي غزلیں پائي جاتي هیں جو مذکورۂ بالا پانچوں دیوانوں کي غزلوں سے جدا هیں — اُن کو متفرق مجموعه غزلیات کے سلسله میں شامل کردیا جائیگا *

۱۵ — منجمله حضرت امیر خسرو کے قصائد کے ایک بہت بڑا قصیده هی جو اپ کي تصانیف کي فہرست میں ایک جداگانه تصنیف کي حیثیت سے درج هی اس کا نام " **قصیده امیر خسرو متضمن حقیقت شاه نامه فردوسي** " هی جس میں آپ نے شاه نامه فردوسي کے حالات درج فرمائے هیں — اس قصیده کا عنوان هی :

" بنام ایزد بخشاینده بخشایش گر مهربان داد گر " اور مندرجه ذیل شعر سے شروع هوتا هی :—

امد نگار من بسر از ناز افترا

١٦ — نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث- یہہ حقیقت میں دو رسالے هیں ایک کا نام نصاب بدیع العجائب هی جو حضرت امیر خسرو کي تصنیف هی اور دوسري کا نام نصاب مثلث بدیعي هی جو مولانا محمد بدیع بدیعي کي تصنیف هی- مگر چونکہ قدیم نسخوں میں یہہ دونوں رسالے التزاماً ساتھہ پائے جاتے هیں اس وجہ سے غالباً یہہ دونوں نظمیں حضرت امیر خسرو سے منسوب هوگئیں- نصاب بدیع العجائب میں تمام قطعات مختلف بحور میں اور مختلف صنعتوں میں لکھے گئے هیں- چنانچہ پہلا قطعہ صنعت تجنیس میں هي — مثلاً :

مصر شہر و شہر ماہ و ماہ آب و خوف سہم

سہم تیر و اجنحہ چہ بال باشد بال جاں

نصاب مثلث میں سہ حرفي الفاظ ایک ایک مصرعہ میں تینوں حرکتوں کے ساتھہ جمع کرکے اُن کے معني بتلائے هیں - مثلاً رَب بمعني خدا — رِب بمعني جماعت کثیر و رُب بمعني عصارہ ایک شعر میں اس طرح جمع کیئے گئے هیں *

رَب داں پروردگارو رِب بود جمعے زخلق

رُب آب خالص از انگور و سیب و نار داں

١٧ — شہر آشوب- اس میں رباعیات هیں جن میں اہل حرفہ کے اصطلاحات جمع کي گئي هیں — مثلاً :

نجار پسر کہ تیشہ راني میکرد

ارے برما ستم نہاني میکرد

(تیشہ — ارہ — برما — نہاني)

١٨ — کلام نثر میں خزائن الفتوح جس کا نام سرور الروح،

علاء الدین خلجي کي تخت نشیني ٦٩٥ هجري ١٢٩٦ ع اور اس کے عهد کے فتوحات کا ذکر هی *

١٩ — افضل الفوائد میں حضرت محبوب سبحاني سلطان نظام الدین اولیا رحمة الله علیه کے ملفوظات هیں — علم تصوف میں یهه بهت با وقعت کتاب سمجهی جاتي هی *

٢٠ — اعجاز خسروي یا رسائل اعجاز یهه ایک نهایت ضخیم کتاب هی اور حضرت امیر خسرو کي مرصع و مسجع فارسی انشا پردازي اور گونا گوں صنائع و بدایع کا اعلی نمونه هی - یهه کتاب مطبع نولکشور میں طبع بهی هوچکی هی اس کی صحت کی طرف کتب مذکوره بالا سے فارغ هونے کے بعد توجه کي جائیگي *

٢١ — خالق باري اور قصه چهار درویش جو حضرت امیر خسرو سے منسوب هیں معروف کتابیں هیں - اگر ان کے معتبر اور صحیح نسخے دستیاب هوگئے تو ان کو بهی شامل کلیات کیا جائیگا *

علاوه مندرجه بالا تصانیف کے ذیل کي کتابیں اب تک دستیاب نهیں هوئي هیں :—

(١) تغلق نامه (٢) مناقب هند (٣) شگرف بیان (٤) ترانه هندي (٥) انشاء امیر خسرو (٦) تاج الفتوح (٧) احوال امیر خسرو (٨) تاریخ دهلي (٩) مکتوبات امیر خسرو (١٠) جواهر البحر (١١) مقاله (حالات خلفاء اربعه) (١٢) راحت المحبین (١٣) رساله ابیات بحث (خسرو جامي) (١٤) مناجات خسرو *

افسوس هی که باوجود کوشش بلیغ کے کسي هندوستان کے کتب

خانه میں تغلق نامه کا پته نهیں چلا — نه سواے ایک دو تذکروں کے اور فارسي تذکروں میں اس کا بالتفصیل ذکر پایا گیا - البته سرگور آؤسلے (Sir Gore Ousley) نے اپنے میموائرز (Memoirs) میں جن میں تیس مشهور شعراء فارسی کے دلچسپ حالات درج هیں اس تصنیف کا مختصر حال لکھا هی - یهه میموائرز شاید سنه ۱۷۰۰ع کے اختتام کے قریب لکھے گئے تھے ، مگر اُس کا مکمل طور پر طبع هونا سنه ۱۸۴۳ ع سے پیشتر نهیں پایا جاتا — یهه کتاب اب کمیاب هی اور میں نے اول مرتبه اس کا مطالعه اپنے طالبعلمي کے زمانه میں اُس وقت کیا تھا جب میرے اُستاد مولانا الطاف حسین صاحب حالي پاني پتي مرحوم و مغفور حیات سعدي لکھه رهے تھے - اور میں نے بعض دلچسپ واقعات سعدي علیه الرحمة کي زندگي کے اس سے اخذ کرکے مولانا مرحوم کي خدمت میں پیش کیتے تھے - اب مجھے حضرت امیر خسرو علیه الرحمة کا کلام جمع کرنے کے سلسله میں اُس کے دوبارہ مطالعه کي نوبت آئي اور میں مسٹر جونس صاحب پرنسپل آگرہ کالج کا ممنون هوں که اُنهوں نے میري درخواست پر مجھے اُس کے دیکھنے کا موقع عنایت کیا —اس کتاب میں سر گور آؤسلے بحواله تذکرہ هفت اقلیم مصنفۂ امین احمد باشندہ رے تحریر کرتے هیں که یهه نظم در اصل تغلق شاہ کے عهد کي تاریخ هی اور اس میں ۳ هزار اشعار هیں — میں اس کے مزید حالات دریافت کرنے اور سراغ لگانے کي غرض سے خود سلطان المشائخ رحمة الله علیه کي درگاہ میں (جهاں حضرت امیر خسرو رحمة الله کا مزار هی) حاضر هوا — مگر اس سے زیادہ پته نه لگ سکا که اُس کا ایک نسخه امام صاحب

مسجد درگاہ کے خاندان میں تھا، جو اُنہوں نے نواب ضیاء الدین خاں صاحب مرحوم رئیس اعظم لوھارو کی نذر کیا تھا اور ان کے کتب خانہ سے میر مجروح مرحوم نے (جو دھلی کے آخری زمانہ کے نام آور شعراء میں شمار کیئے جاتے تھے) مستعار لیا تھا - اُس کے بعد سے اُس نسخہ کا پتہ نہیں چلتا — انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کی فہرستوں میں بھی اُس کا ذکر نہیں ھی — اگر ھمارے علوم کا خزانہ ھماری غفلت اور لا پروائی سے ضائع نہ ھوجاتا تو ھم کو آج کیوں اس قدر دقت اور پریشانی ایک ایسے عدم المثال مصنف و شاعر اور صوفی صافی کی تصانیف جمع کرنے میں پیش آتی جن کا نام نامی اُس وقت تک ھندوستان کے لیئے مایۂ فخر رھے گا جب تک کہ اس ملک میں فارسی کے جاننے والے اور قدر کرنے والے ناپید نہ ھوجائیں گے — بقول سر گور آؤسلے کے حضرت امیر خسرو رح اپنے وقت کے ملک الشعرا تھے اور اُن کی شہرت نے سعدی سے باعظمت شاعر کو ھندوستان کا سفر کرنے کی ترغیب دی — اگرچہ بعض تذکروں میں حضرت سعدی شیرازی کا محض حضرت امیر خسرو کی ملاقات کی غرض سے ھندوستان تشریف لانا بیان کیا گیا ھی - مگر اکثر تذکرے اس بارے میں ساکت ھیں اور بعض میں اس واقعہ کو غیر مثبتہ قرار دیا گیا ھی - سر گور آؤسلے جو عرصہ سے تک ایران میں سفیر رھے ھیں اور ظن غالب ھی کہ اُن کو اس امر کی تحقیقات کا زیادہ موقعہ ملا ھوگا، وثوق کے ساتھہ بحوالہ جواھر الاسرار شیخ آوزی کے لکھتے ھیں کہ جب کل ایشیا میں حضرت امیر کا شہرا بلند ھوا تو خاص اُن کے ملنے کی غرض سے شیخ سعدی نے بڑھاپے میں ھندوستان کا دور دراز سفر اختیار کیا اور

یہہ کہ امیر خسرو کو بجا طور پر ناز تہا کہ ایسے عظیم الشان صوفي اور شاعر نے اُن کي خاطر ضعیفي میں وہ زحمت گوارا فرمائي جس سے جوانوں کي همت پست هوجاتي هی - سر گور آؤسلے کي طرح اور کئي علم دوست یورپین صاحبوں نے ابتداء حکومت کے زمانہ میں اس قسم کي دلچسپ محققانہ تصانیف کي تہیں — مگر اب اس ترقي کرنے والي قوم میں بهي یہہ شوق کم بلکہ مفقود هوتا چلا جاتا هی — کیونکہ کوئي جدید تصنیف سوائے معدودے چند عربي گرامرون (قواعد صرف و نحو) یا سنسکرت اور بهاشا کي رامائنوں وغیرہ کے ترجمہ کے نہ نظر پڑي نہ سننے میں آئي جس سے اس شوق کا جاري رهنا نہیں پایا جاتا — اور ثابت هوتا هی کہ انساني قوی کي طرح قوموں کي علمي تحقیقات اور ریسرچ کا مادہ بهي اُن کے شباب اور نشو و نما کے زمانہ میں بمقابلہ اُن کے وسط حیات کے زمانہ کے قومي تر هوتا هی — بہر حال اس کا کچھہ بهي سبب هو — اس میں کوئي شک نہیں هی کہ ایک زمانہ وہ تہا جس میں خواہ ایشیا هو یا یورپ علم ادب اور لٹریچر کا ذوق شوق هر کہ ومہ کے دامنگیر تہا اور ایک موجودہ زمانہ هی جس میں مادیت کا وہ گہرا رنگ چہا گیا هی جس نے " ان من البیان لسحرا " کي نازک اور بهیني دل آویز رنگت کو پہیکا اور ماند کردیا هی — مگر اس کا اگر سچا اور پورا چسکا لگجائے تو کوئي ترشي اس نشہ کو نہیں اُتار سکتي — اور مختلف طبائع پر اُس کا ویسا هي اثر هوتا هی جیسا اُس نازک نگاہ کا جس کي تعریف ذیل کے هندي دوهرہ میں بہ صنعت لف و نشر مرتب بیان کي گئي هی :—

بھري سیت شام رتنار	مدہ (نشہ)	ھلاھل (زھر)	امي (ابحیات)
پرت جہ چتوت ابار	جھک جھک (فعل مدہ)	مرت (فعل ھلاھل)	جیت (فعل امي)

اس جملہ معترضہ کے بابتہ معافي چاھکر مختصراً حضرت امیر کي اُس صنعت کا ذکر کرتا ھوں جس کو سرگور آوسلے نے بہت شد و مد کے ساتھہ بیان کیا ھي - اس میں شک نہیں کہ خود حضرت امیر اس صنعت کے موجد تھے یعني ایسے الفاظ کا استعمال جس سے فارسي میں ایک معني اور ھندي میں دوسرے معني ھوں اُس زمانہ میں اُنہیں کا حصہ تھا - بطور مثال کے آوسلے نے ذیل کے اشعار نقل کیئے ھیں :—

رفتم بہ تماشاے کنارے جوئے * دیدم بہ لب آب زن ھندوئے
گفتم صنما بہائے زلفت چہ بود * آواز برآورد کہ در در موئے

ان اشعار کي جان الفاظ " در در موئے " ھیں جوفارسي میں بمعني في بال ایک موتي کے ھیں اور ھندي زبان میں اُن کا مفہوم مستورات کي اصطلاح میں کسي بےباکي کرنے والے کو غصہ سے ھتادینے کا ھي — ایک شعر کے اندر مثنوي قرآن السعدین میں لفظ جوھري کو بھي بہت خوبي سے نباھا ھي — اگر "جو" و "ھري" کو الگ الگ پڑھا جاوے تو ھندي میں ھرے جو کے معني پیدا ھوتے ھیں — اسي طرح حضرت امیر نے ایک اور عجیب و غریب صنعت میں قصیدہ لکھا ھي جس کے ھر شعر کا قافیہ پہلے لفظ کا ھندي ترجمہ ھي — مگر وھي لفظ فارسي زبان میں استعمال ھوا ھي — اس قصیدے کے دو شعر یہہ ھیں :—

داریم آرزو کہ حکایت کنیم بات

(بات ترجمہ ہی حکایت کا یہاں مراد ہی "باتو")

لالہ غلام روئے تو صد برگ زیر پات

(پات ترجمہ ہي برگ کا یہاں مراد ہی "پائے تو")

ہر برہمن کہ دید رخ خوبت اے صنم

زنار را گسست و لکد زد بروئے لات

(لات ترجمہ ہی لکد کا یہاں مراد ہی "بت" سے)

سر گور اوسلے کي طرز تحریر سے پایا جاتا ہی کہ جو زبان اُن کے ہندوستان کے قیام کے زمانہ میں یعني مابین سنہ ۱۷۹۲ و ۱۸۱۰ ع عام طور پر بولي جاتي تھي اُس کو ہندوستاني زبان کہتے تھے جو میري رائے ناقص میں اُردو کا پہلا نام ہی — اگر بغور دیکھاجاے تو اُردو کي بنیاد ہندوستان ہي کي مختلف زبانوں سے پڑي ہی — کیونکہ یہہ امر مسلم الثبوت ہی کہ سوائے مخصوص حصوں کي مخصوص زبانوں کے ہندوستان میں ایک عام زبان بولي جاتي تھي جو پہلے ہندوستاني یا ہندي کہلائي جاتي تھي اور زیادہ صاف ستھري اور نستعلیق ہوکر وہ اُردو کے نام سے ملقب ہوگئي اور میر و غالب سے شعرا و فصحاء کي اعلیٰ پیمانہ کي زبان نے اُس میں چار چاند لگادیئے — ورنہ دراصل اس وقت کي اُردو زبان بزبان حال کہہ سکتي ہی " وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم " اور اُس کے عام ہندوستان کي زبان ہونے کا دعویٰ ارباب انصاف کے نزدیک غالباً بیجانہ سمجھا جاے — کیونکہ یہہ امر حضرت امیر خسرو کي مختلف تحریرات سے (جن کا ذکر کہیں کہیں اوپر ہوا ہی) ثابت ہوتا ہی کہ اُن کے زمانہ میں جس کو اب چھہ سو برس ہوتے ہیں، ایک ایسي

بھي پايا جاتاھي- اور اُس کے محاورات ميں بھي زيادہ فرق نہيں آيا ھی-
تصفت شعار حضرات اس کا تصفيہ کرسکتے ھيں کہ ايسي حالت ميں
وہ زبان جو اپني بدبختي سے اُردو کے نام سے مشہور ھوگئي آيا
في الحقيقت وھي زبان نہيں ھی جس کو ھندوستان کي اصلي زبان
سمجھا جائے -- کيا اُردو جو محض اس وجہ سے معرض زوال ميں
آرھي ھی کہ اُس کا موجودہ نام اُردو ھوگيا ھی يہہ کہنے کي مستحق
نہيں ھی کہ ميں وھی ھندوستان کي زبان ھوں جو آتھہ سو نو سو
برس پہلے اس ملک ميں بولي جاتي تھي اور اب زمانہ ناحق ميرے
پيچھے پڑکر ميرے مٹانے کي فکر ميں ھی- نياؤ کرو ، ھٹ دھرمي
نہ کرو -- مجھے سنسکرت ، عربي ، فارسي ، بھاکا ، بھاشا ، مرھتي ،
گجراتي ، لاطيني ، گريک اور انگلش سب زبانيں بولني آتي ھيں --
اور مجھہ ميں سب کي کھپت اور سمائي ھی" *

(fiat justitia ruat cœlum)

" انصاف کرو اگرچہ آسمان بھی گر جائے " *

آخر ميں ميں اس بے سروپا تحرير کو حضرت امير کے اُس ھندي
دوھرے پر ختم کرتا ھوں جو اُنھوں نے خاص حالت جذب ميں
اپنے پير و مرشد حضرت سلطان نظام الدين اوليا کے مزار پر انوار پر
اُن کے وصال کے بعد حاضر ھوکر بيساختہ پڑھا تھا :

گوري سوئے سيج پر مکھہ پر ڈالے کيس
چل خسرو گھر آپنے سانجھہ بھئي چوندیس

اھل تصوف کے نزديک يہہ بہت مقبول دوھرہ ھی *

اھل کرم سے التجا ھی کہ اس نوٹ کو باريک اور گھري نگاہ سے نکتہ
چيني کے ليئے ملاحظہ نہ فرماويں اور اس کے اسقام سے

درگذر فرمائیں :

تو هم اربدي بيني اندر سخن
بخُنق جہاں آفریں کار کن

اس موقع پر مجھے جو کچھہ عرض کرنا مقصود تھا وہ عرض کرچکا۔ لہذا میں اپنا یہہ نوٹ ختم کرتا هوں —— لیکن میرا یہہ نوٹ نامکمل رہ جائے گا اگر میں مولوي ادریس احمد صاحب بي۔ اے جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر مسلم یونیورسٹي کي خدمت کا اعتراف نہ کروں ، جنھوں نے ترتیب کلیات امیر خسرو کے کام میں شروع سے اپنی گہري دلچسپی کا عملی ثبوت دیا هی اور اغاز تحریک سے نہایت قابلیت ، هوشیاري اور درد مندي کے ساتھہ اس اهم کام کے اهتمام اور نگرانی میں مجھے مسلسل طور پر مدد دیتے رهے هیں، جس کي وجہ سے میں اُن کا نہایت ممنون هوں – فقط *

علي گڈہ :

۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ع — محمد اسحاق خاں

یوم پنجشنبہ — عفی عنہ

اعلانِ ضروری

جس وقت کلیاتِ خسروؒ کے چھاپنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا تو بعض حضرات نے یہ رائے دی تھی کہ اس کو ٹائپ یعنی لوہے کے حروف میں چھاپا جائے۔ کیونکہ تصحیح وغیرہ کی جیسی آسانیاں اس میں موجود ہیں لیتھو یعنی پتھر کے چھاپے کو میسر نہیں ہیں۔ علاوہ اس کے لوہے کے چھاپے میں اور بہت سی خوبیاں ہیں جن کا مقابلہ پتھر کا چھاپا نہیں کر سکتا۔ اور درحقیقت کسی قوم کا لٹریچر اصلی ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کے اندر چھاپے کی وہ آسانیاں (جو اس وقت صرف لوہے میں نظر آتی ہیں) بہم نہ پہنچ جائیں۔ غالباً سر سیّد علیہ الرحمۃ کی دُور بین نگاہ نے ان جملہ اُمور کو برای العین دیکھ لیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اُنھوں نے کالج کی بنیاد سے پہلے علی گڑھ میں جو سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی تھی اس کے لیے مطبع ٹائپ ہی کا قائم کیا تھا۔ اور اُن کی زندگی میں اُنکی جتنی مطبوعات چھپیں اُنکا اکثر حصّہ ٹائپ ہی میں چھپا۔ اور اُنھوں نے اخبار بھی ٹائپ ہی میں نکالا جو اب بھی ٹائپ ہی میں نکلتا ہے

مگر کیا کیا جائے کہ اسلامی پبلک کو کم از کم اپنے لٹریچر کے لیے ٹائپ کے نام سے نفرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹائپ کی چھپی ہوئی مطبوعات اُس کے اندر قبول عام حاصل نہیں کرتیں۔

اس لحاظ سے کلیاتِ خسروؔ کے پتھر ہی میں چھاپنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن یہ تبصرہ ٹائپ میں چھاپکر شایع کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اوّل تو وہ اس قدر تنگ وقت میں پتھر پر چھاپا نہیں جاسکتا تھا۔ دوسرے یہ بھی مقصود تھا کہ ناظرین کو کچھ کچھ اندازہ کلیاتِ خسروؔ کے متعلق ٹائپ کی چھپائی کا بھی ہوجائے۔ اور اعلان ہذا جو پتھر پر چھاپا گیا ہے اُس سے پتھر کی چھپائی کی نوعیت معلوم کرانی منظور ہے۔ اور اگرچہ یہ دونوں کام نہایت عجلت میں ہوئے ہیں۔ تاہم اُمید ہے کہ ناظرین ان سے کچھ نہ کچھ تصوّر اس اہتمام کا کر سکینگے جو کلیاتِ خسروؔ کی چھپائی کے متعلق درپیش ہے۔ اور جو اس قومی مطبع میں ہر قسم کی چھپائی کے متعلق بفضلِ خدا ہو سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ وَعَلَيْهِ اَتَوَكَّلُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

(مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوا)